حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کر سکتے

اے میرے دل احمدؐ کا ذکر کر جو ہدایت کا چشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا ہے جو مہربان ہے، کریم ہے اور محسن ہے، بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے، چودھویں کا چاند ہے، نورانی ہے اور روشن ہے، ہر بات میں اس کی تعریف کی گئی ہے ,اس کا احسان دلوں کو مائل کرتا ہے اور اس کا حسن پیاس کو بجھاتا ہے، ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے اس کو سرکشی سے جھٹلایا۔۔۔ وہ اللہ کی طرف سے نور ہے جس نے علوم کو نئے پیرایہ میں زندہ کیا، وہ مصطفیٰؐ ہے اور مجتبیٰؐ ہے اور مقتدا ہے اور اس سے عطاء طلب کی جاتی ہے، ہدایت کی بارشیں اس کی بارش میں اس کی سخاوت کے وقت اکٹھی کی گئی ہے، زمانہ اپنی آہستہ آہستہ مسلسل بارش کو اس مقتدا کی بارش کی وجہ سے بھول گیا۔۔۔ ہم اپنے نبی کی ہدایت سے مولیٰ تک پہنچے ہیں، پس جو کافر کہتا ہے سب چھوڑ دو، سب قوموں میں ہلاک کرنے والی تاریکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرِ نور بخش ہیں اور رسول اللہ صلعم ہی میری جان کی جان ہیں اور آپؐ کے میٹھے ذکر سے ہی میں ثمر دار ہوا ہوں، پس دوسری ساری باتیں آپؐ کی باتیں لے کر چھوڑ دے اور رسول اللہ صلعم کی پیروی کر تو نجات پائے گا اور بخشا جائے گا، ہدایت کی راہ اسی کی فرمانبرداری ہے جس نے اس کے بغیر اور کچھ کہا وہ ہلاک ہوگا، جس نے حیاء کو چھوڑتے ہوئے آپؐ کے کلام کو رد کیا وہ ملعون ہو کر لوٹے گا اور پریشان کیا جائے گا اور جو شخص ہمارے رسول صلعم کے طریق کے سوا کسی اور طریق کو تقویٰ کی راہ سمجھے پس وہ شیطان ہے جو سرکشی کرتا ہے اور نکالا جائے گا، وہ نبیؐ مہربان ہے، رحمت والا ہے، امر و نہی کرنے والا ہے، اس کا وہ رتبہ ہے کہ کوئی اس میں اس کا شریک نہیں، اس کے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کر سکتے ۔ (ہدیہ عقیدت: حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ، مجدد صد چہاردہم، ترجمہ کرامتہ الصادقین ص36,42-28,29)

عید الاضحیٰ 2017ء کے موقع پر

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا سرینام سے پیغام

ترجمہ: ''نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔اسی طرح اس نے انہیں تمہارے کام میں لگادیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دو۔'' (سورۃ الحج آیت ۳۷)

میں اس سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر سرینام میں جماعت کے دورہ جات کے سلسلہ میں موجود ہوں اور انشاء اللہ عیدالاضحیٰ کا خطبہ اور نمازِ عید کی امامت یہیں کرواؤں گا۔ پیغامِ صلح کے اس شمارہ کی وساطت سے میں تمام پاکستان اور بیرونی ممالک کی جماعتوں کے احباب اور خاص طور پر ملک پاکستان کے ہر فرد کو

عید الاضحیٰ مبارک کہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ دن مبارک فرمائے اور مشکلات کے دنوں میں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔اللہ تعالیٰ تمام پاکستانیوں کو قوم کی ترقی اور بہبود کے لئے اپنے تئیں قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جہاں تک اس مبارک دن میں قربانی کرنے کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے جو اس نے سورۃ الحج کی آیت 37 میں فرمایا کہ:

ترجمہ: ''نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔اسی طرح اس نے انہیں تمہارے کام میں لگادیا تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دو۔''

قربانی ''قرب'' سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی قربت کی طرف اشارہ ہے اور یہ اس کی راہ میں قربانی دینے سے حاصل ہوتی ہے۔سورۃ الحج کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ کسی بے زبان جانور کو ذبح کردینے سے قربانی قبول نہیں ہوجاتی کیونکہ اُن جانوروں کا گوشت اور نہ اُن کا خون اللہ کو پہنچتا ہے بلکہ اسے قربانی کرنے والوں کی طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہ صرف قربانی کی ظاہری شکل پر عمل کریں بلکہ اس کی روح کی طرف خاص توجہ کریں اور اس عید پر ہم نفس امارہ کی بھی قربانی کریں اور حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کو یاد رکھیں کہ: ''جب جانور کی گردن پر چھری چلاؤ تو ساتھ ہی اپنے نفس امارہ کو بھی ذبح کر ڈالو''

اللہ تعالیٰ ہمیں عید کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے میں ہماری مدد فرمائے۔تمام احباب جماعت کو میری طرف سے

دِلی **عید مبارک** قبول ہو۔

افتتاحی تقریر''صد سالہ تقریب انگلش ترجمۃ القرآن''و''سالانہ تربیتی کورس 2017ء''

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 2 جولائی 2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ:''اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔''(سورۃ الفاتحہ)

افتتاحی خطاب کرنے کے لئے اس سے زیادہ موزوں کوئی سورۃ نہیں کوئی آیات نہیں جو سورۃ الفاتحہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل کیں اور یہ پانچویں نمبر پر نازل ہونے والی سورۃ کو پہلے نمبر پر رسول کریم صلعم نے اللہ کی منشاء کے مطابق رکھا۔ اس کی اہمیت یہ بتائی کہ اس کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ میں اکثر اسی سورۃ سے اپنی تقریر کا آغاز کرتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے کہ ہم آج ایک اور تربیتی کورس کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ کورس اتنا ضروری ہے کہ یوں سمجھا جائے کہ یہ ہماری زندگی ہے، جماعت کی زندگی اور حیات اس کورس کے ساتھ وابستہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں میں دین کا شوق پیدا کرنا، ان کو اسلام کے ساتھ وابستگی، دین کا علم، اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کریم صلعم کی زندگی سے آگاہی، اُن کے کردار سے آگاہی، اور پھر قرآن کریم کے متعلق باتیں اور پھر اس سلسلہ میں شامل ہونے کی اہمیت اور کیوں احمدیت واقعی اسلام کی اصل شکل ہے۔

میں شکر گزار ہوں اُن تمام والدین کا جو اپنے بچوں کو اس گرمی کے موسم میں اپنے گھروں سے دور دراز بھیجتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اس بات کی اہمیت کا پوری طرح احساس ہے کہ اگر ان کے بچے یہ تعلیم حاصل کریں گے تو ان کی آنے والی زندگیوں میں ایک روحانی پہلو داخل ہو جائے گا۔

اس ملک میں جو اصول بنے انہوں نے پوری کوشش کی کہ وہ وقت آ جائے کہ ان کی دو تین نسلیں ایسی گزر جائیں اور اُن کے بچوں کے دل میں یہ بیٹھ جائے کہ وہ مسلمان ہی نہیں، اُن کے کلمہ طیبہ تلاوت کرنے کی کوئی اہمیت ہی نہیں، کلمہ پڑھیں یا نہ پڑھیں وہ مسلمان ہی نہیں کیونکہ پارلیمنٹ کے چند لوگوں نے جو بالکل بھی عالم لوگ نہیں تھے ایک سیاسی فیصلہ کر کے کہہ دیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں۔ یہ چیز نہ ہم نے کبھی تسلیم کی ہے اور نہ ہم کریں گے۔ ہم کیسے مانیں کہ ہم مسلمان نہیں؟ مسلمان کون ہے؟ اس کا فیصلہ احادیث اور قرآن کی روشنی میں ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ قانون پاس کر دے کہ ان کو ہم کافر کہیں گے تو ان کے کہنے سے ہم کافر نہیں ہوتے اور کوئی بچہ یہاں ایسا نہ ہو جو یہ سمجھے کہ وہ کافر ہے۔ ہم مسلمان ہیں، قرآن کو پڑھنے والے، احادیث پر عمل کرنے والے، رسول کریم صلعم کو آخری نبی یعنی خاتم النبیین ماننے والے، اس زمانے کے امام کو پہچاننے والے اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے والے۔ کیونکہ ہم نے اس زمانے کے امام کو پہچانا ہے اور ایک طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک خاص مقام دے رکھا ہے کیونکہ جو زمانے کے امام کو نہیں پہچانتا اس کی موت جہالت کی موت ہے۔ اس لئے تمام بچے بالکل اس بات کو نہ بھولیں کہ وہ مسلمان ہیں

انہوں نے اسلام سیکھنا ہے ، انہوں نے اپنے سلسلہ احمدیہ کی باتیں سیکھنی ہیں۔کلمہ،نماز،حج پر پابندی نے کچھ بچوں کے ذہن میں یہ چیز بیٹھادی ہے کہ یہ ارکان احمدی نہیں کرتے۔اُس دن ہمارا ایک بچہ فجر کے وقت آذان دے رہا تھا تو تین چار بچے اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کر رہا ہے، یہ تو وہ آواز ہے جو ہمیں مسجد کے میناروں سے دن میں پانچ مرتبہ آتی ہے۔ یہاں تو کبھی نہیں سنی **اس لئے بہت ضروری ہے کہ تربیتی کورس کے دوران جتنے بھی استاد ہیں وہ ان چیزوں پر زور دیں۔ بچوں کے ذہن میں یہ اچھی طرح بٹھا دیں کہ اُن کا عقیدہ بالکل اسلام کا عقیدہ ہے جیسا کہ اس زمانے کے امام کا عقیدہ بالکل عین اسلام کا عقیدہ تھا،** ان کو نمازیں صحیح طریقے سے پڑھنے ، باقاعدگی سے پڑھنے ، مسجد میں باقاعدگی سے آنے پر زور دیں۔اس دن ایک دوست کا بچہ کہہ رہا تھا کہ ''مجھے نماز ساری آتی ہے لیکن مجھے اس کے ایکشن نہیں آتے'' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے بچے اس تربیتی کورس کی وجہ سے ایکشن بھی جانتے ہیں اور الفاظ بھی جانتے ہیں اور ایسے مسائل جس میں بڑے لوگ بھی پریشان ہوتے ہیں کہ اگر وہ دیر سے آئیں تو وہ اپنی بقیہ نماز کیسے مکمل کریں؟ یہاں تو چھوٹے چھوٹے بچے جب سلام پھیرا جاتا ہے تو جو دیر سے آئے ہوتے ہیں وہ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی بقیہ نماز پوری کرتے ہیں۔

آج جو ہم نے ایک سلسلہ شروع کیا اُس کے دوران بچوں کی تربیت کی جائے کہ وہ اپنے بزرگوں کے زیر سایہ تلاوت ، حدیث، ملفوظات ترجمہ سنایا کریں تا کہ ان کے اندر وہ اعتماد آجائے اور وہی ہمارا مقصد ہے۔ہم بزرگ اس جماعت میں کب تک رہیں گے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔آج بڑا ہی حوصلہ افزاء آغاز ہوا ہے کہ ان سب بچوں نے آکر نہایت عمدہ طریقہ سے جو تیاری کی تھی وہ ہمارے سامنے پیش کی۔ان بچوں کو بھی اور باقی بچوں کو بھی یہ موقع ملنا چاہیے کہ ہر بچہ یہاں کھڑا ہو کر تلاوت کرے ، احادیث سنائے، ملفوظات پڑھے اور نظمیں درثمین سے سنائے۔ **ہمارے امام کے کلام کا مقابلہ بڑے بڑے شاعر اور دینی خادم نہیں کر سکے،** چاہے وہ حمد ہو چاہے وہ نعت رسول کریمؐ ہو اور ایسی کتابیں چھپی ہیں جن میں مسیح موعودؑ کی نظم کے حصے چھاپ کر نیچے لکھا ہوتا ہے علامہ اقبال۔حضرت صاحب کی لکھی فارسی نظم میں نے اپنے کانوں سے سنی کہ ایک مولوی سنا بھی رہا تھا، جھوم بھی رہا تھا اور ترجمہ بھی کر کے مزے لے رہا تھا لیکن اُن کی بدنصیبی دیکھئے کہ بجائے یہ قبول کرنے کے کہ یہ عمدہ کلام رسول کریم صلعم کی شان بیان کرنے والا، کس کی مجال ہے جو اس کو کافر کہا جائے۔اس نے کہا کہ کیا عمدہ تعریف کی رسول کریم صلعم کی لیکن جب یہ بندہ اپنے دین سے کھسک گیا تو پھر وہ کہیں کا نہ رہا۔

آپ سب بچے اس کورس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ بہت چھوٹے بچے جو استادوں کی نگرانی میں ہوتے ہیں ان کے اساتذہ کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ ایک ایک بچے کو دیکھ رہی ہوتی ہیں لیکن سالہا سال سے مشاہدہ کر رہا ہوں کہ تمام طالب علم لیکچروں میں باقاعدگی سے حاضر نہیں ہوتے ہیں۔ یہ بات بھی پریشان کن ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے آکر گولڈ میڈل اور شیلڈز لے رہے ہوتے ہیں اور بڑے پیچھے رہ جاتے ہیں کیونکہ بڑے توجہ نہیں دے رہے ہوتے۔لہذا اس سال کو ذرا مختلف طریقہ سے کورس کا فائدہ اٹھائیں۔

اس لئے ان نصائح کے ساتھ میں اس کورس کا افتتاح کرتا ہوں کہ نمازوں میں باقاعدگی رکھیے، کلاسوں میں باقاعدگی سے آئیں اور تربیت جس کی خاطر آپ اپنے گھر چھوڑ کر آئے ہیں اُس کو ثابت کریں کہ آپ نے اپنا وقت صحیح طریقے سے استعمال کیا ہے اور جو نظم و ضبط ہے اس کا خاص خیال رکھیں۔ اپنے سونے اور اٹھنے کا ٹائم رکھیں تا کہ فجر اور تہجد میں بھی آسکیں۔درس میں بھی ضرور شامل ہوں۔ گولڈ میڈل کو اتنا آسان نہ لیں ہر چیز جو پڑھائی جائے گی ہر سوال جو کیا جائے گا سب کے سب آپ کو جوابات دینے ہیں۔پہلے سالوں کی طرح کوئی چوائس نہیں دی جائے گی۔تب ہی پتہ چل سکتا ہے کہ جو اس وقت میڈل اور شیلڈ لے کر جا رہا ہے اس کو کتنا علم ہے۔اس لئے جو اساتذہ اس سال محنت سے درس تیار کریں کچھ سوال اپنے درس پر بھی

بنا کردے دیں۔

یہ افتتاحی خطاب بچوں کے لئے تھا۔اور آج کا موقع بہت ہی مبارک ہے۔ہم وہ دن منا رہے ہیں جس دن حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں لکھی گئی انگلش تفسیر اور ترجمہ کے سو سال مکمل ہوگئے ہیں۔کئی تفاسیر لکھیں گئیں اور تاریخ نے بھلا دیا مگر یہ تفسیر جوں کی توں قائم رہی۔ہم اُن کے لئے دعا گو ہیں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ انجمن لاہور کی بنیاد ڈالی اور اس جماعت کو اُن لوگوں سے علیحدہ کیا جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو بھی برکت دے اور اس ہستی کو بھی برکت دے جس نے اتنا بڑا کام سرانجام دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ دن جو ہمارے لئے ایک اہم دن ہے اس میں ہمارے بچے جو ہمارے وہ بیج ہیں جو تمام پاکستان سے اُٹھ کر یہاں آئے ہوئے ہیں اللہ اُن کی حفاظت فرمائے۔ہم حفاظت کے جتنے بھی منصوبے کریں وہ کم ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ رہے، ہمارے لئے کافی رہے۔شبان الاحمدیہ سیکورٹی والوں کے ساتھ تعاون کریں وہ نہ صرف جماعت کی خدمت بلکہ تربیت کا اہم پہلو بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حفاظت دے۔ہمیں وہ علم دے جو ہم اپنے بچوں تک پہنچا سکیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ بچے اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں، ان کے والدین کو اجر دے جنہوں نے ان بچوں کو اجازت دی کہ وہ اس گرم موسم میں آئیں اور دین کا علم حاصل کریں۔آمین

☆☆☆☆

قرآن کریم کی مدح میں عاشقانہ ترانہ

جمال و حسنِ قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحمٰن ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدور انسان ہے

(درثمین)

تقریر "صد سالہ تقریب انگلش ترجمۃ القرآن وافتتاحی تقریب سالانہ تربیتی کورس 2017ء"

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 2 جولائی 2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: "اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اے رسول جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اتارا گیا، پہنچا دے۔ اگر تو ایسا نہ کرے تو تو نے اس پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

(سورۃ المائدہ آیت 67)

"جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جیسا اس کی پیروی کا حق ہے اور وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے وہی نقصان اٹھانے والا ہے۔" (سورۃ البقرہ آیت 121)

آج ہمارے لئے بہت ہی مبارک اور خوشی کا دن ہے کہ آج ہم اس محنت، کاوش جس کا نتیجہ ایک انگلش ترجمہ وتفسیر جو آج سے سو سال پہلے رونما ہوا اس کی آج ہم نہایت ہی روحانی انداز میں ایک تقریب منا رہے ہیں اور یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک موقع عطا فرمایا ہے کہ جو کام آج سے سو سال پہلے مکمل ہوا ہم اُس کی خوشی منا رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جتنی بھی ہم حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تعریف کریں کم ہے، کوئی الفاظ نہیں کہ ان کے اس کام کی پوری تعریف کا کوئی حق کر سکے۔

یہ قرآن ایک چیلنج تھا۔ ایک طرف قرآن کا ترجمہ کرنے پر فتوے لگے ہوئے تھے۔ دوسری طرف کوئی ایسا مسلمان اتنی صدیوں میں نہیں پیدا ہوا تھا جس نے یہ کام کرنے کی ہمت کی ہو یہ صرف اس زمانے کے امام کی برکات تھیں جن کی وجہ سے ایک شخص کو یہ ہمت ہوئی، وہ علم بھی حاصل ہوا اور یہ کام ایسا نہیں کہ انسان بیٹھ کر شروع ہو جائے اور وہ کام ہو جائے۔ یہ تب ہی ممکن ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس قلم کو جس سے وہ کام لکھا جا رہا ہوتا ہے اس کو اپنے ہاتھ سے چلانا شروع کر دے اور یہی اس کشف کی تعبیر تھی جس میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو جو قلم دیا گیا انہوں نے اُسے مولانا محمد علی صاحب کو دے دیا اور جو قلم ان کے ہاتھ میں تھمایا گیا یہ اسی کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، جس کی بہت ہی تفصیلی تقریر میری بہن صفیہ سعید صاحبہ (شیریں گل) نے آپ سب کے سامنے پیش کی۔

یہ قرآن ایک چیلنج تھا۔ اس سے پہلے ایسے لوگ اس کا ترجمہ کرتے تھے جو عیسائی اور یہودی تھے اور ان کے منصوبے کے ماتحت وہ قرآن میں ایسے الفاظ ترجمہ کے دوران شامل کر دیتے تھے۔ جن سے اسلام کی بدنامی ہو۔ آپ کسی ڈکشنری کو دیکھیں ایک لفظ کے بہت سے معنی ہوتے ہیں اور وہ لوگ سب سے گھٹیا غلط لفظ وہاں پر لگا دیتے تھے۔ وہ لوگوں کو غلط راہ پر چلانے کے لئے، اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے یہ کام کرتے تھے۔ مثلاً "وضربوھم" "عورتوں کو مارو" کو ترجیح دیتے اور اس لفظ کا یہ معنی کبھی نہ کرتے کہ علیحدگی اختیار کرو۔ یہ مطلب بجائے صاف ستھرا مطلب دینے کے اس کے ساتھ یہ لکھ دینا کہ اسلام میں عورتوں کو مارنا ایک عام سی بات ہے۔ وہ خوب سمجھتے کہ ان کا ترجمہ اسلام کے خلاف نفرت پھیلائے گا۔ ورنہ ان کو قرآن سے کب محبت تھی کہ وہ تمام کام چھوڑ کر اس کے ترجمہ میں لگ گئے۔

مترجم قرآن جارج سیلز نے نومبر1734ء میں The Koran کے نام سے قرآن کا انگریزی ترجمہ چھاپہ اور سرورق پر لکھا The Koran of the Muhammad یعنی ''محمد کا قرآن''۔اس نے اس میں پوری طرح ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلعم کو جنات، جادو کا اثر اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی ترکیبیں تھیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ''**رسول کریم صلعم کو کیوں نہ وہ عزت دی جائے**۔ جو اور مصنفوں کو دی گئی لیکن ساتھ یہ کہہ دیتا ہے کہ ''ایسا نہیں کہ وہ Jesus Christ والی خوبی ان میں ہے۔ کرائسٹ اور موسیٰ کو تو یہ چیزیں آسمان سے نازل ہوئیں تھی۔ لیکن جو محمد صلعم پیش کررہے ہیں وہ اُن کا دماغی کام ہے۔ ان کو (نعوذ باللہ) جعلی بندہ بنا کر پیش کیا کہ وہ ایک نئے دین کو لے آیا ہے۔ پہلے اس نے بتوں کے خلاف بولنا شروع کیا پھر وہاں پر اس کو کامیابی نظر آئی تو اس نے یہی طریقہ باقی ادیان عیسائیت اور یہودیت کے لئے بھی استعمال کرنا شروع کردیا۔ جارج سیلز نے اس نفرت کو لے کر ترجمہ کیا۔ پس ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو خود مسلمان ہو بلکہ زمانے کے امام کا ادنیٰ خادم ہو۔ اُس سے علم حاصل کرے اور پھر اس علم کو دنیا میں پھیلائے۔ یہ اتفاق نہیں تھا کہ آپ ایم اے انگلش بن گئے، عربی میں بھی ماسٹر بن گئے، لاء کے بھی ماسٹر بن گئے بلکہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے منصوبے کے ماتحت ہوئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آگے چل کر ان سے ایک عظیم کام لینا چاہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ممکن بنایا کہ مولانا محمد علی صاحب کو ان زبانوں پر عبور حاصل ہوجائے جن کی قرآن کے ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ ان کے لئے یہ پریکٹس تھی کہ وہ پہلے ریویو آف ریلیجن لکھیں یہ کوئی خدائی صحیفہ نہیں تھا۔ لیکن **جب انہوں نے قرآن کی تفسیر کو اپنے ذمہ لے لیا پھر اس کو خوب انہوں نے نبھایا، صحت اجازت نہیں دیتی تھی اس کے باوجود انہوں نے مکمل کیا اور ہمارے آگے ایک ایسی تفسیر رکھی جو آج ہم بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا بہترین ترجمہ اور تفسیر** ہے اور ہم کیوں نہ کہیں کیونکہ وہ ہمارے امیر تھے، صرف ہم ہی کہہ رہے ہوتے تو بات کچھ اور تھی بلکہ یہ ایک تفسیر ہے جس کی دنیا نے تعریف کی **اور یہ بھی لکھا گیا کہ اس کو وہ مقام نہ دینا یوں ہے جیسے کہنا سورج ہی نہیں ہے۔**

پچھلے دنوں میری نظروں سے مسٹر اے آر قدوائی صاحب کی نہایت مفصل Survey of English Translation of Quran ''قرآن کے انگریزی تراجم کا جائزہ'' گزری۔ اس کو میں نے بڑے شوق سے پڑھا۔ آپ نے تفاسیر کا مطالعہ کرکے اپنی آراء دی ہیں۔ اس جائزہ میں جہاں آپ کے وسیع مطالعہ، تفاسیر کا اندازہ ہوتا ہے وہاں آپ کی تنگ نظری اور متعصبانہ رویہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ **مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر جس کو ساری دنیا عمدہ کام کہتی ہے اور اعتراف کرتی ہے کہ اس تفسیر میں بہتوں نے اپنی تفاسیر مرتب کرتے ہوئے استفادہ کیا**، وہاں قدوائی صاحب نے مولانا صاحب کی تفسیر کو غیر مسلموں کی کی ہوئی تفسیر میں جگہ دی اور پھر لکھا:

"Muhammad Ali's The Holy Quran: English Translation (Lahore, 1917) makes the beginning of this effort. This Qadiani translator is guilty of misinterpreting several Quranic verses, particularly those related to the promised Messiah, his miracles and Quranic Angelology"

''محمد علی کا قرآن کریم کا انگریزی ترجمۃ القرآن (لاہور 1917ء)، یہ کوشش انگریزی تراجم کے سلسلہ کی ابتداء ہے۔ یہ قادیانی مترجم قرآن کی بہت سی آیات کی غلط تفسیر کرنے کا مرتکب ہے۔ بالخصوص جن کا تعلق مسیح موعود اور اُن کے معجزات اور فرشتوں سے متعلق قرآن کے تفاصیل اور تذکرہ ہے۔''

افسوس تو اس بات کا ہے کہ قدوائی صاحب مسلمان ہوتے ہوئے، قرآن سمجھتے ہوئے اس کے تراجم کی باریکیاں سمجھتے ہوئے وہ جو رائے دے رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے رائے قائم کرلی تھی کہ یہ میں غیر مسلم کے ترجمہ پر تبصرہ کررہا ہوں اور رائے وہ دوں جس سے کل کے پڑھنے والے شک نہ کریں کہ رائے دینے والا کافر کی بات سے متنفر ہوگیا اور تعریف کرڈالی۔ غیر جانب دار ہوتے تو میں کہوں گا:

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور

ایسا چمکا کہ صدِ نیّرِ بیضاء نکلا

ساری دنیا کو وہ شخص چمکتا ہوا روشنی دیتا ہوا انسان نظر آتا ہے لیکن اگر ایک انسان ایسے کمنٹ کرتا ہے تو اسے اندھے کے ساتھ ہی تشبیہ دے سکتے ہیں۔ قدوائی صاحب خامیاں ضرور بتاتے لیکن ایک آدھ خوبی بھی بتا دیتے لیکن اس نے 5 سطروں میں معاملہ پورا کرلیا اور ان میں بھی صرف خامیاں ہی خامیاں نظر آئیں

اگر میں اس تفسیر پر رائے لکھتا تو میں کہتا کہ اس میں ایک پہلو تو یہ ہے کہ مولانا صاحب نے جو ابتدائی صفحات میں جو اسلام کی تعریف کی ہے وہ بے مثال ہے۔ ان صفحات میں اسلام پر اعتراضات کے جوابات، پچھلے صحیفوں سے قرآن کا تعلق، ان کی تبدیلیوں کی نشاندہی اور پھر دوسرے مذاہب کے ساتھ موازنہ کر کے اسلام کو امن کا پیغام دینے والا دین بتایا۔ لا اکراہ فی الدین کا پیغام کھلا کھلا دیا۔ موت، زندگی، جنت، دوزخ اور خاص کر عورتوں کے حقوق جو اس وقت مخالفین نے نفرتیں پھیلائیں ہوئی تھیں ان کو درست کیا اور قرآن سے ثابت کیا کہ عورتوں کو حقوق دیئے جاتے ہیں اور ثابت کیا کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس ترجمہ کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ ہر رکوع کے شروع میں اُس رکوع کے مضمون کا عنوان لکھا گیا ہے۔ پھر ایک سورۃ کی پچھلی اور اگلی سورۃ کا تعلق بتایا گیا۔ ایک آیت کا دوسری آیت کا تعلق جہاں ضروری ہے بتایا گیا ہے۔ سائنس کے متعلقہ آیات کی اس وقت کی تحقیق کے مطابق تفسیر بیان ہوئی ہے۔ آیات کا جوڑ، احادیث اور پرانے صحیفوں کے حوالے سے دیا ہے اور متعدد خوبیاں جو قدوائی صاحب کی نظر سے رہ گئیں بھی موجود ہیں۔

میں سپین میں بین الاقوامی ادیان کی کانفرنس کے پروگرام میں گیا۔ سب ادیان نے اپنی اپنی کتب سے عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بیان کرنا تھا۔ میں صرف سننے کے لئے گیا تھا اور اگلے دن بدھ مت پر لیکچر تھا اور جو لیکچرار تھا اس کے والد کی وفات ہوگئی۔ وہ واپس ہندوستان چلا گیا اور رات کو منتظمین متبادل سپیکر ڈھونڈ رہے تھے تو وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اس عنوان پر کچھ کہہ سکیں گے۔ تو میں نے حامی بھرلی اور اللہ سے دعا کی کہ **یا اللہ میرا مضمون بالا رہے۔** میرے پاس نہ کوئی کمپیوٹر تھا اور نہ کوئی کتاب۔ **صرف اپنے پڑھنے کے لئے مولانا محمد علی صاحب کا ترجمہ قرآن لے کر گیا ہوا تھا۔** میں نے اس میں عیسیٰ (Jesus) کا عنوان کھولا اور اس میں جتنے بھی آیات کے حوالے تھے وہ تمام پڑھ دیئے اور اس سے ایسی تقریر تیار ہوئی جو **قل هو الله احد** سے شروع ہو کر ان کے جو کمالات تھے ان سب پر بات کر کے ختم کی **تو جتنے عرب اور مسلمان ممالک کے لوگ تھے سب نے آکر میرے ہاتھ چومنے شروع کر دیئے۔ اور مبارکباد دینے لگے کہ آپ نے قرآن اور اسلام کی اعلیٰ ترجمانی کی ہے۔ یہ واقعہ بھی مولانا صاحب کی اس کامیاب کاوش کا ثبوت ہے۔ یہ اس قرآن کے ترجمہ میں آسان ریفرنس کی مثال ہے۔**

آج کل جو کمپیوٹر کا ماہر بیٹھا ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ مولانا محمد علی صاحب نے کتنی محنت سے یہ کام سرانجام دیا۔ آج کل تو کوئی غلطی ہوجائے تو اس کو مٹا کر دوبارہ بھی لکھ دیتے ہیں اور ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ ایک مقام سے کاٹ کر دوسری جگہ لگا دینے کو سب سمجھتے ہیں۔ اسے Cut Paste کہتے ہیں، کاٹا اور دوسری جگہ چسپاں کر دیا۔ اس کو اگر آپ دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ کیسے آپ نے ٹائپ کر کے صفحات بنائے، کیسے اغلاط لگائیں اور پھر کیسے سیکنڈ ایڈیشن میں پرانی ایڈیشن کے ساتھ قینچی کے ساتھ کاٹ کر نئی جگہ چسپاں کیں۔ اس سے آپ کو محنت کا اندازہ ہوسکے گا۔ آج کل محنت وہ والی نہیں ہے جو 1908ء میں ہوا کرتی تھی جب اس سلسلہ کا آغاز ہوا تھا۔

آپ اگر اتفاق سے اوہائیو چلے جائیں تو وہاں پر ایک امانت کے طور پر اس جماعت کا سرمایہ رکھا ہوا ہے۔ جو مرکز نے وہاں امانتاً رکھوایا ہوا ہے۔ کیونکہ اس ملک میں ایک دور میں اس کے ضائع ہوجانے کا خطرہ تھا۔ **اچھے زمانے اللہ**

لائے گا تو انشاء اللہ وہ ہماری امانت لوٹا دیں گے۔ اب میں اُن آیات کی طرف آتا ہوں جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں۔ اس میں ہمارے لئے کیا پیغام دیا؟ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے رسول جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اتارا گیا پہنچا دے'' رسول کریم صلعم نے یہ کام بخوبی پہنچایا۔ قرآن کو اپنی زندگی میں جتنا پھیلا سکتے تھے، پھیلایا۔ انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ یہ ایک زمانہ میں ہوتا گیا۔ لیکن رسول کریم صلعم کی اپنی حدیث کے مطابق ایک زمانہ دیکھنا تھا جب قرآن ثریا کی بلندیوں پر چلا جائے گا یعنی دلوں سے نکل جائے گا۔ سجایا جائے گا لیکن اس قرآن سے فائدہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ جیسے پچھلی قوموں نے اس کو پس پشت پھینکی ہوئی چیز بنایا تھا اسی طرح یہ قوم بھی وہی کرے گی۔ پھر اس کے لئے ایک امام نے آنا تھا جس نے اس قرآن کو ثریا کی بلندیوں سے واپس لانا تھا۔ یہ کام حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ اللہ نے کروایا۔ اب وہ ان کی ماننے والی جماعت کے ذمہ ''بلغ'' کا کام اللہ نے لگایا ہے۔ اس جماعت نے یہ کام کرنا اور قرآن کی تعلیم کو دنیا میں پہنچانا ہے۔ جماعت یہ کام اپنی پوری طاقت سے کر رہی ہے۔

بیرونی زبانوں میں مولانا صاحب کے انگریزی ترجمہ سے بہت سے تراجم او ہائیو جماعت کے ذریعہ ممکن ہوئے ہیں۔ لیکن ''بلغ'' کا حق صرف قرآن بانٹ دینے سے ادا نہیں ہوتا۔ ہمیں قرآن باترجمہ سیکھنا بھی ہے اور اس پر عمل بھی کرنا ہے۔ پھر اس کی تعلیم کا زندہ نمونہ بن کر دنیا میں تبلیغ کرنی ہے۔ اسی عمل سے دوسری آیت جو میں نے تلاوت کی ہے میں آئے الفاظ ''حق تلاوتہ'' (تلاوت کا حق) ہم ادا کر سکتے ہیں۔

برلن کی مسجد کی مثال دیکھیں، پیسہ جیب میں بالکل نہیں تھا پھر بھی جب ارادہ کر لیا کہ ہم مسجد بنائیں گے تو اپیل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے سامان مہیا کر دیا اور وہ مسجد بن گئی۔ قرآن کریم کے لئے پیسے نہیں تھے۔ اپیل ہوئی اور پیسے آگئے۔ آج مجھے فخر محسوس ہوا کہ ہمارے دادا کا وہاں نام ہے جہاں پر تین آدمیوں کا نام ہے۔ جنہوں نے قرآن کی اشاعت کے لئے فراخ دلی سے حصہ لیا۔ دادا تو دادا ہوتا ہے لیکن پھر اس گاؤں کے موچی کا نام آجائے جو چار سو روپیہ حج کے لئے جمع کرے اور اس میں سے دو سو قرآن کے ترجمہ میں دے دے۔ اسی کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے کہا کہ ''یہ توفیقوں کی باتیں ہوتی ہیں'' مولانا بٹالوی صاحب کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دی لیکن ایک چھوٹے سے گاؤں کے موچی کو ہدایت دے دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بزرگوں کی روایت قائم رکھیں۔ صرف بزرگوں کے نام لے لے کر قومیں نہیں بنتی۔ قومیں تب بنتی ہیں جب ان بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر، قرآں کو اپنا نمونہ بنا کر اور اس پر عمل کر کے اور اس کو پھیلانے میں اپنا کام کریں اور اس کی تعلیم حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر ایک بہت بڑا فضل کیا ہے کہ اس نے ہمیں اِس جماعت کے ساتھ وابستگی دی ہے تو ہم آج ضرور ارادہ کریں کہ ہم قرآن کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائیں گے۔

ایک کتاب میں دیکھ رہا تھا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس کتاب کو مضمون کے لحاظ سے پڑھو اور ہر ایک مضمون کو دو دو مرتبہ پڑھو پھر اپنے آپ سے پوچھو کہ جو میں نے پڑھا اس میں مجھے کیا کہا گیا ہے اور ایک ڈائری لکھو اور اس میں لکھو کہ میں نے آج یہ پڑھا ہے اور میں نے اس پر عمل کرنا ہے۔ وہ اس کتاب کے متعلق کہہ رہا ہے۔ لیکن یہ اصول قرآن پڑھنے میں بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ہم اس کا روزانہ ایک رکوع پڑھیں پھر سوچیں کہ اس میں ہمارے لئے کیا حکم ہے اور ڈائری میں لکھ لیں مثلاً میں آج سے نمازیں پڑھوں گا، زکوۃ دوں گا، سچ بولوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنے اندر تبدیلیاں لے آؤ اور یہی چیز حضرت صاحب نے بھی فرمائی تھی کہ اپنی خامیوں کی ڈائری بناؤ، دیکھو کہ کونسی قرآن کی چیزوں پر عمل کر رہے ہو اور کونسی پر نہیں اور پھر ایک ایک کر کے

اس کو درست کرواور جو تبدیلی آجائے اُسے لسٹ سے نکال دو۔ یہی صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جو آیت نازل ہوتی تھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔

کوئی انسان ایسا نہیں جو پورے قرآن کے سات سو احکامات پر ایک دن میں فیصلہ کرلے کہ میں اس پر عمل کرنا شروع کرتا ہوں لیکن ہر انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ جب ایک رکوع پڑھے، اس کو دوبارہ پڑھے اور پھر فیصلہ کرے کہ اس میں میرے لئے کیا پیغام ہے اور کیا میں اس پر عمل کر رہا ہوں۔ اگر کرے گا تو قرآن اُس انسان کے لئے **ھدی للمتقین** کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں وہ نمونے دے دے گا جس کے ساتھ ہم بہتر انسان بن جائیں گے۔

آخر میں یہ چیز میں ضرور ریکارڈ کرنا چاہوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ **ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب نے مولانا محمد علی صاحب کے قرآن کی ٹرانسلیشن کو ریوائزRevise کیا ہے۔** ہماری بلکہ ساری دنیا کے لئے بہت مفید ہے۔ ان کو کہا گیا تھا کہ سرورق تبدیل کرو تو انہوں نے تبدیل کر دیا۔ لیکن وہ جوں کی توں بلیک لسٹ ایڈیشن چل رہی ہے۔

میں آپ کو مثال دیتا ہوں۔ میری پوتی کے سامنے قرآن کی ٹرانسلیشن رکھی گئی کہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر سناؤ۔ اس نے جب پہلے Thou (داؤ) کو تھاؤ پڑھا تو حیران ہوگئی کہ تھاؤ لفظ کیا ہے۔ یہ انگلش آج کل کے سکولوں میں نہیں چلتی۔ اس کے سامنے زاہد عزیز صاحب والی ٹرانسلیشن رکھی گئی تو اس نے بالکل ٹھیک پڑھ کر سنا دیا۔ اس کا شوق اتنا بڑا کہ اس نے قرآن کے انگریزی کا ترجمہ پڑھنا معمول بنا لیا۔ **کسی چیز کو بالکل رد کرتے وقت ایک مرتبہ سوچنا چاہیے کہ یہ فیصلہ درست ہے کہ نہیں۔ یہ بالکل غلط تاثر دیا گیا تھا کہ اللہ (Allah) کو نکال کر خدا(God) لکھ دیا گیا ہے۔ میں تعریفوں میں مولانا محمد علی صاحب کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے اللہ کو اللہ کر کے پیش کیا۔** سب نے پڑھے بغیر فتوے دینے شروع کر دیئے کہ ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب نے Allah کی جگہ God لکھ دیا ہے۔ پورا سر ینام صرف یہی ترجمہ خرید رہا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے بچے یہی سمجھتے ہیں۔ اس کو میں دوبارہ پیش کروں گا اور آپ سب سے دوبارہ رائے طلب کروں گا۔

ہمیں آج صرف ایک ہی دعا کرنی ہے اور ایک ہی شخص کے لئے کرنی ہے تو وہ شخص **مولانا محمد علی صاحب** ہوں گے جنہوں نے محنت کی اور یہ ترجمہ کیا۔ جنت کے وہ مقامات عطا فرمائے جو کسی کے اندازے میں بھی نہیں ہیں۔ **قدر اوئی صاحب کیا جانے ہیرے کی قدر کیا ہے۔** اتنی بزرگ ہستی نے اتنا بڑا کام کیا اور اس پر تبصرہ متعصبانہ کیا۔

اللہ تعالیٰ اس ٹرانسلیشن کو دنیا میں مزید مقبولیت بخشے۔ اس دین کو دنیا میں مقبولیت عطا فرمائے۔ اس کو پھیلنے سے روکنا ایک طرح اسلام کو پھیلنے سے روکنا ہے۔ جتنے لوگ متاثر ہوئے وہ صرف اور صرف اس قرآن کے ترجمہ کی وجہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے احمدی، اچھے مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نام کے احمدی سے بدل کر کام کے احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ تربیتی کورس کی بنیاد اسی لئے رکھی گئی۔ جو بچہ فائدہ اٹھائے گا اللہ اسے دین کی سمجھ اور خدمت دین کا موقع بھی انشاء اللہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو بخش دے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے بنائے۔ آمین

☆☆☆☆

پاکستان کی حفاظت ہمارا فرض عین ہے

قیام پاکستان قربانیوں کی عظیم داستان

14اگست کے موقع پر احمدی بچوں کو پیغام

چوہدری ریاض احمد (اسسٹنٹ سیکرٹری)

جماعت کے نوجوانوں اور پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ آج ہم سب لوگ یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں آج14اگست کا دن ہے جو یوم آزادی کا دن کہلاتا ہے۔آج ہی کے دن ہمیں انگریز حکومت سے نجات ملی اور ہم ایک الگ ملک پاکستان کی حیثیت سے اقوام عالم میں شامل ہوئے۔ہم اپنے پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنی رحمت سے ہمیں آزادی جیسی بڑی نعمت سے نوازا۔جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ ملک ہندوستان میں مختلف مذاہب اور قوموں کے لوگ آباد تھے اور ان میں سے ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں تھیں جو برسر پیکار رہتی تھیں۔ ہندو اپنی اکثریت کی بنیاد پر ملک ہندوستان میں حکومت کرنا چاہتے تھے اور وہ مسلمانوں پر کئی قسم کے ظلم ڈھاتے تھے ان کا انگریز سے گٹھ جوڑ تھا اور دونوں مل کر مسلمانوں کو نشانہ بناتے۔مسلمانوں کے لیڈر قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کی باگ دوڑ سنبھالی اور دوقومی نظریے کے تحت مسلم علاقوں پر مشتمل ایک الگ ریاست بنانے کا بیڑا اُٹھایا۔قائداعظم نے کانگریس سے کہا کہ ہم مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ ہماری روایات الگ، ہمارا مذہب الگ، ہماری ثقافت الگ ہے چنانچہ یہ دو قومیں کسی صورت میں اکٹھا نہیں رہ سکتی تھیں کیونکہ ہندو قوم اکثریت میں ہے لہٰذا وہ کسی طور پر بھی ہمیں اپنے ہم پلہ نہیں رکھ سکتیں یہاں تک کہ وہ ہمیں دوسرے درجے کے شہری بنانے پر بھی رضامند نہیں ہوسکتے۔چنانچہ 50 سال کی طویل جدوجہد کے بعد انگریز اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ مسلمانوں کو ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت دے دی جائے اور یوں14اگست1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔

پیارے بچو! آپ کو بتانے والی بات یہ ہے کہ ہمیں آزادی مل گئی لیکن ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اس آزادی کو حاصل کرنے کی ہمیں کیا قیمت چکانی پڑی۔ظاہر ہے جب ہم نے اپنے زور بازو اور یکجہتی سے ایک آزاد مملکت بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ ہمارے مخالفین ہمارے بدترین دشمن بن گئے۔

مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت ہندوستان میں آباد تھی اور انہیں پاکستان آنا تھا۔جونہی پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوا تو ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔مسلمانان ہند نے قافلوں کی صورت میں پاپیادہ، بیل گاڑیوں اور ٹرینوں میں بھر کر پاکستان کا رُخ کیا۔راستے میں بلوائی ان پر حملہ آور ہوئے اور سینکڑوں نہیں لاکھوں لوگ ان کی گولیوں اور مظالم کا نشانہ بن گئے۔لوگوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے، اپنی جائیدادوں اور اپنے پیاروں کو خیر باد کہا اور اس آگ میں کودنا پسند کیا۔جان جوکھوں میں ڈال کر بچے کھچے لوگ پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس ملک کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیں اور اس کی حفاظت اس طرح کریں جس طرح ہم اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی ترقی کے لئے اپنے صبح وشام اور ماہ وسال وقف کردیں اور اس کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لاکھڑا کریں۔

تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کا کردار

انتخاب از: فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

پیغام صلح سے بہ ترتیب سال بہ سال واقعات پیش ہیں۔ تاکہ یہ تاریخ جماعت احمدیہ لاہور میں لکھا جائے کہ اس جماعت کے تمام اراکین حالات سے الگ نہیں رہے اور اور یہ ابتداء ہی سے مسلم لیگ اور ملتِ اسلامیہ کے ہم نوا اور ہندوؤں کے غلبے کے مخالف تھے۔ ۱۹۳۶ء میں انہوں نے مسلم لیگ سے تعاون اختیار کر لیا۔

حادثہ کانپور (پیغام صلح ۲۱۔ اگست ۱۹۱۳ء)

جون ۱۹۱۳ء میں کانپور میں ایک سڑک زیرِ تعمیر تھی۔ راستے میں ایک مسجد پڑتی تھی۔ حکومت نے مسجد کی حرمت اور مسلمانوں کے جذبات پر سڑک کو ترجیح دی اور سڑک کو سیدھا کرنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ مسمار کر دیا۔ مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ اس سے پہلے مقابل ہندوؤں کے احتجاج پر حکومت نے ایک مندر کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں پر گولی چلا دی گئی۔ بیسیوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور سینکڑوں کو قید کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ہندوستان بھر میں کہرام مچ گیا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ اس وقت ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے مذہب میں اس صریح مداخلت اور بے گناہ مسلمانوں کا خون ناحق بہانے پر ایک زوردار مقالہ ''مساجد کا انہدام'' لکھا جس میں آپ نے حکومت کے رویے پر کڑی تنقید کی، اس میں آپ نے درد بھرے انداز سے یہ بھی لکھا:

''کانپور کی مسجد کے ایک حصہ انہدام سے جو جو مصائب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں وہ بجائے خود ایک علیحدہ مضمون میں تفصیل کے محتاج ہیں۔ مگر ایک امر جسے غالباً ہر مسلمان نے نوٹ کیا ہوگا ایسا حیرت انگیز ظاہر ہوا ہے کہ جس کا آج تک مسلمانوں کو وہم بھی نہ تھا۔ اور وہ یہ امر ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کے ذمہ دار عہدے دار باوجود اس مذہبی آزادی کے جو گورنمنٹ کی طرف سے رعایا کے ہر فرقہ کو حاصل ہے۔ مساجد کے گرانے میں ادنیٰ تامل سے بھی کام نہیں لیتے۔ معمولی عمارتوں کے بنانے کے لئے معمولی راستوں کو نکالنے کے لئے یا نہایت معمولی ضروریات کے لئے مساجد کا انہدام نہایت معمولی طریق پر تجویز کر دیا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے کسی خاص رعایت کا استحقاق نہیں رکھتیں جو دوسری عبادت گاہوں کو حاصل ہے۔ آخر گورنمنٹ کو بھی تو اپنا فرض شناخت کرنا چاہیے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ گورنمنٹ کے حکام اندھا دھند جو چاہیں کیے جائیں اور مسلمان خاموش بیٹھے رہیں۔''

حادثہ کانپور پر دوسرا مضمون (پیغام صلح ۳۱ اگست ۱۹۱۳ء)

اس پر اودھ کے گورنر سر جیمز میسٹن نے مسجد کے گرانے کے حق میں کہا کہ اوّل تو ہم نے پہلے بھی مساجد گرائی ہیں اور مسلمانوں نے اعتراض نہیں کیا۔ دوسرے اگر حکومت رعایا کی بات مان لے تو اس کا رعب داب ختم ہو جاتا ہے یہ جواب اتنا نامعقول تھا کہ مولانا کو جواباً قلم اٹھانا پڑا اور آپ نے انگریز حاکم کی فرعونیت کو نظر انداز کر کے منہ توڑ جواب لکھا۔ اس میں آپ نے گورنمنٹ کے رعب کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''فرض کرو کہ کسی پولیس مین کا انگوٹھا زخمی ہو گیا۔ تو کیا ایسے ایک ایک زخم کے عوض پانچ پانچ چھ چھ مسلمان سپرد خاک نہیں ہوئے اور بہت سے ہسپتال میں پڑے نہیں چلا رہے۔ گورنمنٹ کے رعب میں کیا فرق آنا تھا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کے عمال اپنی اس طاقت پر کہ وہ منٹوں میں کارتوسوں سے رعایا کو اُڑا سکتے ہیں۔ فخر کر رہے ہیں۔ کیا کارتوسوں کے چھکڑے پُرامن جلوس میں لے جانے کے لئے ہیں؟ لیڈروں کو اڑا دینے کی دھمکی دینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے کارتوسوں کو میدان میں نکال کر ان بے چارے لوگوں کو جنہیں بندوقوں اور کارتوسوں کی شکل دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھی اور بھی مرعوب کر دیا ہے۔ کیا کارتوسوں کے چلانے سے ہی سلطنت کی شوکت وسطوت قائم ہوتی ہے؟ افسوس کہ جن واقعات کو مسلمان دیگر ممالک میں دیکھ کر حیران تھے کہ ہر ظلم وستم کا تختہ یہ غریب قوم ہی کیوں بنتی ہے؟ آج ان کا ہر نقشہ سر جیمز میسٹن ایک پُرامن

گورنمنٹ کے زیر سایہ بھی قائم کرنا چاہتے ہیں ہزآنر نے تو آگرہ میں فرمایا تھا کہ مسٹر تانکر نے بھی چھ کارتوس چلائے اور نیزہ و شمشیر سے حملہ کرنے کے بعد کوئی کینہ دل میں نہ رکھا۔ مگر ہزآنر کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اپنا دل ابھی غبار سے صاف نہیں۔''

سلسلہ احمدیہ کے دشمن مولانا ظفر علی خاں کی حمایت

(پیغام صلح ۳؍جون ۱۹۳۷ء)

۱۹۳۷ء میں مرکزی اسمبلی میں مسٹر کے ایل گابا کی سیٹ خالی ہوئی تو کانگریس نے میاں عبدالعزیز مالواڈہ کی مدد کی اور عامۃ المسلمین نے مولوی ظفر علی خاں کو امیدوار نامزد کیا۔ ظفر علی خاں جماعت احمدیہ کے منہ پھٹ دشمن تھے۔ لیکن سوال کسی شخصیت کا نہ تھا بلکہ مسلمانانِ ہند کی قسمت کا تھا۔ چنانچہ ایک طویل اداریہ میں کانگریسی ہندوؤں کی زیادتیوں اور مسلمانوں کے لئے آئند خطرات کا جائزہ لے کر جماعت احمدیہ لاہور نے ظفر علی خاں کی تائید کا فیصلہ کیا اور آخر میں لکھا:

''اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی خودداری کا ثبوت دیں اور کانگریس پر واضح کر دیں کہ جب تک وہ ہمارے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی ہم اس کے ساتھ ہرگز تعاون نہیں کر سکتے۔ میاں عبدالعزیز اور ظفر علی خاں کا مقابلہ دراصل مسلمان کی موت و زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اس بات کو دماغوں سے نکال دو کہ یہ دونوں اشخاص کون ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ایک تو اس بات کے لئے کھڑا ہے کہ مسلمانوں کی رائے کو ہندومہاسبھا کے مفاد کی قربان گاہ پر چڑھا دے اور دوسرا اس لئے کہ مسلمان کے حقوق کا انگریز اور ہندو سے مطالبہ کرے۔ اس الیکشن میں اگر ایک طرف ووٹ کانگریس کو دینا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوم کی حیثیت کو گرانا ہے، کیونکہ اس کے بعد کانگریس مسلمانوں کی طرف سے بے نیاز ہو جائے گی تو دوسری طرف ووٹ دے کر مسلمانوں کی ہستی کو کامیاب کرنا ہے جو بظاہر معمولی بات ہے۔ مگر اس نے ہی فیصلہ کرنا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان زندہ رہنے کے قابل ہے کہ نہیں۔ یاد رہے کہ اس موقعہ پر ذرّہ بھر غفلت اس قدر زبردست نقصان پہنچائے گی جس کی تلافی شاید ہی ہو سکے۔''

مسلم لیگ اور کانگریس (پیغام صلح ۱۲؍نومبر ۱۹۳۷ء)

اسی سال میں حضرت مولانا نے ایک طویل وضاحتی بیان میں ''مسلم لیگ اور کانگریس'' کے عنوان سے واشگاف الفاظ میں جماعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ اس میں آپ نے لکھا:

''مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔ ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیے یا مسلم لیگ میں اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگریس کے ساتھ ملتے گئے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہوگا جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں مٹ چکی بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر ایک مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کے بقاء کا اور اسلام کی تہذیب کے بقاء کا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان بھی جو ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کرے گا۔ اسے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے۔''

''جماعت قادیان اور کانگریس ۔۔۔ اس کے ساتھ ہی میں چند الفاظ جماعت قادیان سے بھی کہنا چاہتا ہوں، جس کا قدم اس وقت سیاسیات کے بارے میں ڈگمگا رہا ہے اور وہ آج تک باوجود دعویٰ سیاستدانی صحیح راہ پر گامزن نہیں ہو سکی۔ بیس سال جماعت قادیان نے کانگریس کی اس قدر مخالفت کی اس کو گرانے اور مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور خود اپنے اعتراف کے مطابق لاکھوں روپے اس پر صرف کئے لیکن اب جب احرار سے مقابلہ ہوا اور حکومت سے جو توقعات تھیں وہ پوری نہ ہوئیں تو کانگریس کی طرف جھکنا شروع کر دیا۔ قادیانی پبلسٹی افسر کا اعلان جو شاید جناب میاں صاحب کے نئے سفر یا دورے کے تجربات کا نچوڑ ہے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے ساتھ خط و کتابت کی جائے کہ دونوں میں سے ہمارے لئے کون سی جماعت بہتر شرائط پیش کرتی ہے۔

یہ ہندو کاروباری بنیوں کے سودوں میں سے گیا گذرا سودا ہے۔ سوال قومی یا ملکی مفاد کا ہے۔ اور قادیان میں غور ہو رہا ہے کہ قادیانی جماعت کو جو دھر جہاں ملتی ہے وہیں یہ جماعت مل جائے گی۔ یہ سخت قابل افسوس ذہنیت کا اظہار ہے مگر یہی نہیں۔ جماعت قادیان کا کانگریس کی طرف رجحان اس وقت سے چل رہا ہے جب سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ حکومت احرار کے مقابلہ میں قادیانی جماعت کی مدد نہیں

کرتی۔ایک سال پیشتر کانگریس کے صدر (پنڈت جواہر لال نہرو) کے لاہور اسٹیشن پر استقبال کے لئے اور سلامی اتارنے کے لئے قادیانی والنٹیر چار پانچ سو کی تعداد میں مختلف مقامات سے جمع کر کے اپنی سیاسی قوت کی نمائش کی گئی ہے۔اب بھی ایک جلسہ کا انتظام لاہور میں کر کے قادیانی والنٹیر وں کا ایک جلوس نکالا گیا۔لیکچر ایسا دیا کہ ہندو اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا کہ قادیانی جماعت کانگریس سے مل گئی ہے۔قادیان میں مناظرہ ہوا کہ کانگریس یا مسلم لیگ میں سے کس کے ساتھ ملنا چاہئے تو فیصلہ کانگریس کے ساتھ ملنے کے حق میں ہوا۔اور اب بجنور میں کانگریس کی شاندار کامیابی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں اور یہ لکھا جا رہا ہے کہ مسلم لیگ تو ایک مردہ چیز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ملنے سے کیا حاصل۔''

''یہ تمام آثار بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت کا قدم شیعہ جماعت کے ناعاقبت اندیش گروہ کے پیچھے اٹھ رہا ہے مگر یاد رکھیں کہ اسلام سے یہ غداری ہے کہ صرف فائدے کو مدِنظر رکھ کر اسلامی حقوق کو پامال کیا جائے۔''

حضرت مولانا محمد علیؒ کا خطبہ جمعہ (پیغام صلح ۹ ردسمبر ۱۹۳۷ء)

مرزا بشیر الدین محمود صاحب کہتے ہیں کہ ''مسلمان مردہ قوم ہے، ان میں کیوں رہیں۔ ہندو زندہ قوم ہے، ہم تو اس کی پیروی کرتے ہیں۔ایک طرف وہ گروہ ہے جو انگریز کی پیروی کرتا ہے۔شب وروز اس کی چوکھٹ پر گرارہتا ہے، اور جو اٹھتا ہے، قدرے ہمت دکھاتا ہے، وہ کانگریس کا غلام بن جاتا ہے۔مسلمان کی ذہنیت گر چکی ہے، وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح کوئی سہارا ملے۔''

''الفضل نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسلم لیگ کے ساتھ مل جاؤ۔کیا وہ تمہیں مسلمان سمجھتی ہے، اور وہ تمہیں لینے کو تیار نہیں، تو کیا اس صورت میں ہم دوسری قوم کے غلام بن جائیں؟ نہیں اگر مسلمانوں کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ کلمہ گوؤں کو اپنے سے نکالنے پر مصر ہوں تو ہم اپنی جگہ کھڑے رہیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ ہمیں ہمارے خدا نے پیش رَو کا مقام دیا ہے، ہم غلام نہیں بنیں گے۔''

حضرت مولانا کی ان تصریحات کی روشنی میں جماعت احمدیہ لاہور کی سمت متعین ہو چکی تھی چنانچہ اس کے اخبارات اور اراکین نے پاکستان کے حق میں کھلے بندوں کام کیا ور ا یک دینی فریضہ سمجھ کر سرگرم عمل رہے۔اس ضمن میں ہمارے انگریزی ہفتہ روزہ ''لائٹ'' کا ذکر حیاتِ قائداعظم کا جزو بن چکا تھا تحریکِ پاکستان کے دوران وائسرائے نے قائداعظم سے ''جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے'' کے اعلان سے متعلق سوال کیا تو آپ نے اخبار ''لائٹ'' کا اداریہ وائسرائے کے سامنے رکھ دیا۔''لائٹ'' کی خدمات کا ذکر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کے ڈائری نویس مشہور صحافی اور لیگی جناب م۔ش نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''انگریزی ہفتگی ''لائٹ'' انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کا ایک ہفتہ وار جریدہ ہے۔۔۔اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دور آغاز میں ہی یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی ہے۔'' (نوائے وقت ۲۵ راگست ۱۹۷۱ء)

مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے

(''پیغام صلح'' ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء)

مارچ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔اس موقعہ پر صدر محترم قائداعظم محمد علی جناح اور معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت کے ہفت روزہ پیغام صلح نے ۲۱ مارچ کے شمارہ میں لکھا:

''مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔'' یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا جھٹلانا آسان نہیں۔ برادرانِ وطن کا ایک کثیر طبقہ اور ان کے زیر اثر بعض مسلمان بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کے اعتراف میں تامل کرتے ہیں لیکن ان کی زبانیں جو کچھ کہتی ہیں ان کے دلوں اور ضمیروں کی آواز اس کے برعکس ہے۔''

قراردادِ لاہور کو خوش آمدید (پیغام صلح ۳ اپریل ۱۹۴۰ء)

۲۳ مارچ کو مسلم لیگ نے تاریخی قرارداد لاہور پاس کی جس کی رُو سے مسلمانوں کا نصب العین ہندوستان میں آزاد مسلم وطن پاکستان کا قیام قرار پایا۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ''پیغام صلح'' نے ۳ اپریل کے اداریہ میں اس قرارداد کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہایت کامیاب رہا۔اس میں اسلامی ہند کے سیاسی اکابر اور نمائندے جمع ہوئے۔موجودہ

سیاسی صورت حالات پر انہوں نے احتیاط و تدبّر سے غور کیا۔ مسٹر جناح کا خطبہ صدارت نہایت جامع مدلل اور فکر صحیح کا عمدہ نمونہ تھا۔ لیگ کے اس سالانہ اجلاس نے زیادہ صفائی و وضاحت کے ساتھ دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکی ہے۔ اس کے جمود اور بے عملی کا دور ختم ہو چکا ہے اور اب اس نے عزم بلند کے ساتھ ایک زبردست سیاسی جدوجہد کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ارادوں اور ہمت میں برکت دے اور اسے مسلمانانِ ہند کی صحیح قیادت کی توفیق عطا فرمائے۔''

''مسلم لیگ کی اس قرارداد کو نہ صرف اسلامی ہند کی متفقہ تائید بلکہ حق و انصاف اور تدبر و معقولیت کی زبردست و کامل حمایت بھی حاصل ہے۔ سیاسی میدان میں کام کرنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی پوری کوشش کریں۔ یہ کام قربانی اور جدوجہد چاہتا ہے۔ بے شک یہ بہت مشکل کام ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا تحفظ بھی اسی پر ہے۔ اگر مسلمان عزم و ہمت سے کام لیں تو انشاء اللہ یہ قرارداد ضرور عملی شکل اختیار کر کے رہے گی۔''

یوم مسرت مرکزی اسمبلیوں کے انتخابات میں کامیابی

(پیغام صلح ۱۶؍جنوری ۱۹۴۶ء)

۱۹۴۵ء کے اختتام پر مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی ہوئی تو جماعت نے حضرت مولانا محمد علیؒ مرحوم کی قیادت میں درج ذیل قرارداد منظور کی:

''یوم مسرت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی قرارداد۔۔۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی سو فی صدی کامیابی پر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ شکر بجا لاتا ہے اور مسلمانانِ ہند اور قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے، یہ اجتماع تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ صوبائی انتخابات میں بھی اسی طرح مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی یک جہتی اور وحدت ملی کا ثبوت دیں اور مخالفین پر ثابت کر دیں کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسی قوت میں مسلمانوں کی قوت اور برتری کا راز مضمر ہے۔

مسلم لیگ پر کامل اعتماد کی قرارداد

(پیغام صلح ۱۱؍جولائی ۱۹۴۵ء)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک اجلاس مورخہ ۶؍جولائی ۱۹۴۵ء نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ انجمن منعقد ہوا اور حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی:

''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع سیاسی امور میں آل انڈیا مسلم لیگ کو ہی تمام مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت قرار دیتا ہے اور قائداعظم محمد علی جناح پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اس اجلاس کی رائے میں مسلم لیگ ہی اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ وائسرائے کی مجوزہ ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کو نامزد کرے اور کوئی دیگر جماعت نہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور نہ ان کا اعتماد رکھتی ہے۔''

صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم لیگ کی امداد کے لئے ہر طاقت استعمال کرو (پیغام صلح ۱۰؍جنوری ۱۹۴۶ء)

۱۹۴۵ء کے اواخر میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات قریب آئے تو حضرت مولانا محمد علیؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت کو مخاطب کر کے لکھا:

''مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلہ میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی نے اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے، اور مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کا اب دوسرا کوئی مرکز نہیں ہو سکتا۔ اس وقت جو مسلمان جماعتیں مسلم لیگ سے علیحدگی کر کے یا اس کے مقابل پر علیحدہ سیاسی مرکز بنانا چاہتی ہیں وہ اپنی ہی قوت کو بیکار نہیں کر رہیں۔ بلکہ مسلمان قوم اور اس کے ساتھ خود اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔

''اس وقت جبکہ صوبہ دار اسمبلیوں کے انتخابات ہمارے سامنے ہیں میں اپنے احباب کو بالخصوص اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا فرض صرف اسی قدر نہیں کہ اپنی ذاتی رائے سے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس وقت ہم کو اپنی ساری قوت اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

جہادِ کبیر (انگریزی ترجمۃ القرآن کے سو سال)

تقریر بر موقع صد سالہ تقریب ''انگلش ترجمۃ القرآن''

صفیہ سعید

ترجمہ: ''اس قرآن سے اُن سے وہ جہاد کرو جو بڑا جہاد ہے۔''

(الفرقان آیت 52)

الحمدللہ رب العالمین کہ اُس ذات اعلیٰ صفات نے جماعت احمدیہ لاہور کو اس حکم قرآنی کہ **''قرآن کے ساتھ جہاد کرو''** کی بجا آوری کا اعزاز عطا فرمایا۔ آج مفسرِ قرآن جناب مولانا محمد علیؒ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی اشاعت کی صد سالہ تقریب اسی تحدیثِ نعمت کے لئے منعقد کی گئی ہے۔

اٹھارھویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں انگریزی تہذیب کے زیرِ اثر برصغیر کے مسلمان، اسلام سے بدظن ہو کر لامذہبیت کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یورپی ممالک میں قرآن کی مسخ شدہ تصویر پیش کر کے دین اسلام کے خلاف زہر پھیلایا جا رہا تھا۔ انگریزی مصنفین و مفکرین نے اسلام پر اعتراضات کی بھر مار کر رکھی تھی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے وعدہ قرآنی ''ہم نے خود یہ نعمت اُتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' (الحجہ:9) کے ایفا کے لئے حکم 'کن' جاری فرمایا جا چکا تھا اور اس کو 'فیکون' کے مرحلے تک پہنچانے کے لئے جناب الٰہی سے مولانا محمد علی صاحب کا انتخاب ہو چکا تھا۔ اسی منشائے ایزدی کے تحت ''محمد علیؒ'' کی ولادت حافظ فتح دین کے یہاں ہوئی۔ جہاں سفر و حضر میں قرآنی الفاظ سماعت سے قلب تک پہنچتے رہے اور عشقِ قرآن آپ کے ساتھ ساتھ جوان ہوتا گیا۔ پھر محمد علی کو ایسا ذہنِ رسا عطا فرمایا کہ عربی اور انگریزی زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہو گیا اور فطرتی بصیرت ایسی کہ مسیح وقت کے ایک ارشاد پر آپ کے قدموں میں جا بیٹھے اور دل و دماغ کو فیضِ امام سے روشن کیا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب 1897ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت سے مشرف ہوئے اور 1897ء سے 1899 تک کا دو سال کا عرصہ لاہور میں مقیم رہ کر حکم آقا بجا لاتے رہے اور آپ کی تحریرات کا انگریزی میں ترجمہ کرتے رہے۔ اسی دور میں ''مسیح ہندوستان میں'' کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے ایک اشتہار میں تحریر فرمایا:

''وہ تمام کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہماری طرف سے نکلتی ہیں اُن کا ترجمہ مولوی محمد علیؒ صاحب ہی کرتے ہیں۔''

حضرت صاحب کی یہ خواہش تھی کہ انگریزی میں ایک رسالہ شائع کیا جائے تا کہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ تک آپ کے افکار پہنچ سکیں۔ یہ خواہش مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھوں سے پوری ہوئی اور مولانا محمد علی کی زیر ادارت رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کامیابی سے شائع ہو کر بے حد مقبول ہوا۔''

اس خواہش کے علاوہ حضرت صاحب کی دو اور خواہشیں تھیں:

اول: یہ کہ انگریزی میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کی جائے۔

دوم: اسلامی اصولوں پر مبنی ایک کتاب لکھ کر اُسے پھیلایا جائے۔

ان دونوں خواہشات کا اظہار حضرت صاحب نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں کیا تھا۔ جو آپ کے دعویٰ کے بعد آپ کی پہلی تصنیف تھی۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

''سو میری صلاح ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز نہیں ہو گا جیسا مجھ سے، یا اس سے جو میری شاخ سے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔''

حضرت مرزا صاحب کی ہر دو خواہشات کو عملی تعبیر حضرت مولانا محمد علیؒ نے دی یعنی انگریزی ترجمۃ القرآن اور ریلیجن آف اسلام کی تصنیف اور ثابت ہو گیا کہ مولانا محمد علی صاحب ہی وہ ہستی ہیں جو حضرت صاحب کے وجود کا وہ حصہ یا شاخ ہیں اور اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد علیؒ کو ہی انتخاب فرمایا ہے۔ اس کی تصدیق ایک غیبی اشارہ سے یوں ہوئی کہ حضرت مولانا نے ایک تصویر حضرت مسیح موعود کے حکم سے کھنچوائی۔ اس میں دائیں جانب ایک ہاتھ میں قرآن کریم نظر آتا ہے حالانکہ وہاں کوئی دوسرا اس وقت موجود نہ تھا۔

حضرت مرزا صاحب کا کشف

مزید واضح اشارہ حضرت مسیح موعود کا یہ کشف ہے:

''پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر آپ کو دیتا ہے۔'' (براہین احمدیہ صفحہ 504، تذکرہ صفحہ 22-21)

گویا خود حضرت صاحب نے اپنا ارادہ ایسی تفسیر لکھنے کا ظاہر فرمایا مگر مصلحت الٰہی یہی تھی کہ حضور کا یہ کشف اسی طرح پورا ہو کر علی ایک تفسیر لکھے۔

چنانچہ اس تفسیر کی تمہید میں مولانا محمد علی صاحب نے جو الفاظ لکھے اُن کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

''اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانے کے سب سے بڑے مذہبی راہنما حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں۔ میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم، مہدی و مجدد صدی چہاردہم، بانی سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔''

ضرورت

بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی ضرورت بالعموم تعلیم یافتہ مسلمان طبقہ میں محسوس کی جانے لگی تھی۔ اس سے قبل جو تراجم ہو چکے تھے وہ کسی مسلمان شخصیت کے نہ تھے اور حقیقی معانی سے خاصے دور تھے۔ برصغیر کے بعض اخبارات میں اس کا ذکر مسلسل کیا جا رہا تھا کہ انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کس مسلمان سے کروایا جائے جس سے متاثر ہو کر ''الحکم'' کے ایڈیٹر نے بھی انگریزی ترجمہ کی اشد ضرورت کو محسوس کیا کہ انگریزی میں کوئی مسلمان شخص قرآن کا ترجمہ کرے۔ الحکم میں اپنی تحریر میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''اس کے لئے ایک ایسا شخص درکار ہے جو ایک طرف عربی کا ماہر اور دوسری طرف انگریزی میں قادر الکلام ہو اور اس کے ساتھ خدا سے تعلق رکھتا ہو اور اس کے دل میں اسلام کی اشاعت کا ایک جوش ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمانے کے حالات سے پورا واقف ہو اور وہ بزرگ کون ہو سکتا ہے''

اسی مضمون میں انہوں نے مزید یہ تحریر فرمایا کہ:

''جناب مولوی محمد علی صاحب کا نام میں نے اس لئے پیش نہیں کیا کہ مسلمانانِ ہند انہیں اس مقصد کے لئے منتخب کریں یا ان کو چندہ بھیجیں۔ ان کو نہ اس کی ضرورت ہے نہ وہ ایسی خواہش کا پابند۔ وہ خدا تعالیٰ کے مامور کے تحت نہایت اخلاص اور جوش سے سالہا سال سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ جس کا محرک نہ کوئی لالچ ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف یا دکھ اس کو روک سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے توفیق دی تو وہ چپ چپاتے یہ کام کر کے دکھائے گا اور دنیا کو پتہ لگے گا کہ خدمتِ اسلام کا جوش کس طرح ظاہر ہوا کرتا ہے۔'' (الحکم مورخہ 17 اگست 1907ء)

محسوس یہی ہوتا ہے کہ ابتداء سے ہی ایڈیٹر صاحب کی نگاہ مولانا محمد علی صاحب پر تھی اور ابتدائی سطور میں آپ کی شخصیت کا ہی نقشہ کھینچا گیا تھا۔

ترجمہ کے کام کی ابتداء

مولانا محمد علی صاحب نے ترجمہ کے کام کی ابتداء 1909ء میں، مولانا

نورالدین کے دورِ قیادت میں فرمائی۔ آپ نے صدر انجمن کے سامنے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اجازت پا کر کام کی ابتداء کی۔ یہ کام وہ اپنے طور پر کرتے تھے۔ انجمن کی طرف سے یہ کام بطور کارکن یا کسی معاوضہ کے مقرر کرنے پر نہیں کیا جارہا تھا۔ آپ یہ کام اپنے طور پر اپنی رائے کے مطابق اپنے فارغ اوقات میں گھر پر کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ دفتر سے چھٹی لے کر بھی یہ کام کرتے تھے۔ اکثر رات کے اوقات میں میز پر کتابوں کے ڈھیر پھیلا کر موم بتی کی روشنی میں ضخیم کتابوں کا مطالعہ کرتے اور حوالے تلاش کرتے۔ آپ نے ترجمہ اور تفسیر کا یہ کام محنت شاقہ سے تن تنہا بغیر کسی مالی سہولت یا معاون کے سرانجام دیا۔ مولانا نے خود اس کا ذکر اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا جو جون 1916ء کے پیغام صلح میں چھاپا گیا۔

''میں نے ترجمہ قرآن کی تجویز کو انجمن کے سامنے پیش کیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ اگر انجمن ان اخراجات کو برداشت نہ کرسکتی ہو تو خدا تعالیٰ میرے لئے کوئی اور صورت کردے گا۔ میں نے انجمن کو یہ نہیں کہا کہ میں تمہارا ملازم ہوں۔ مجھے کوئی کام دو بلکہ میں نے یہ کہا کہ میں ترجمہ قرآن کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر انجمن ان اخراجات کو برداشت نہ کرسکتی ہو تو میرے لئے خدا تعالیٰ کوئی اور صورت پیدا کردے گا۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے سچ ہی کر دکھایا کہ انجمن نے اخراجات دینے سے انکار کردیا تو اس مولا کریم نے کشائد بفضل و کرم دیگرے کا معاملہ میرے ساتھ کیا۔''

مولانا نورالدین صاحبؓ کی دلچسپی

مولانا نورالدین صاحبؓ ایک عاشقِ قرآن اور قرآن کے مفسر تھے۔ آپ مولانا کے اس کام کے قدردان تھے۔ مولانا محمد علی آپ کے پاس تشریف لے جاکر آپؓ کو ترجمہ و تفسیر سناتے جس سے آپ راحت محسوس کرتے۔ مولانا محمد علیؒ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ان دنوں بھی ان سے قرآن سیکھنے کا موقع ملا۔ جب بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے تھے۔ میں انہیں انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے نوٹ سنایا کرتا تھا۔ بہت بیمار تھے اور اس بیماری کی حالت میں بھی انتظار کرتے رہتے تھے کہ کب آئے گا محمد علی۔ اور جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہی نورالدینؓ جو بہت بیمار تھے وہ ایک نوجوان کی طرح ہوجاتا۔ ان کے عشقِ قرآن کا ہی نتیجہ وہ کام ہے جو میں نے خدمتِ قرآن کے رنگ میں کیا۔''

(پیغام صلح مورخہ 28 مارچ 1943ء)

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی آخری بیماری کے ایام میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آپ کی خدمت میں ہر وقت موجود رہتے اور ذاتی طور پر ان کی تیمارداری اور علاج فرماتے اور پھر دن بھر کی روئیداد ڈائری کی صورت میں الحکم میں چھاپی جاتی تھی۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب کی ڈائری کے اوراق میں تحریر ہے۔

9 فروری 1914ء مولانا نورالدینؓ نے پھر فرمایا:

''مجھے مولوی صاحب نے بہت خوش کیا ہے۔ میرا دل باغ باغ ہوگیا ہے۔ انہوں نے یاجوج ماجوج اور اصحاب کہف ذوالقرنین کی تحقیقات عجیب کی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا چھان مارے ہیں۔ کیا مسئلہ صاف کیا ہے۔ واہ واہ واہ۔''

11 فروری 1914ء حضرت مولوی محمد علی صاحب جب قرآن مجید کا ترجمہ سنانے کے لئے حاضر ہوئے تو اُن کو مخاطب کرکے فرمایا:

''تو بیا کہ زندہ مانم''

ترجمہ کی تکمیل اور اشاعت

1914ء میں حضرت مولانا لاہور تشریف لے آئے تھے (اختلاف سلسلہ کے بعد) اور آخرکار قریباً سات سال کی محنت کے بعد اپریل 1916ء میں آپ نے تفسیر کا کام مکمل کرلیا۔ مورخہ 28 اپریل کے خطبہ میں آپ نے یہ خوش خبری جماعت کو سنائی:

''انسان اللہ کی مدد سے ہی کسی کام کو شروع کرسکتا ہے اور اللہ کی مدد سے ہی اُسے نبھا سکتا ہے۔ آج میرے لئے ایک خوشی کا دن ہے۔ کئی سال سے میں ایک کام پر لگا ہوا تھا اور وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تھا۔ آج اس

کو اللہ کے فضل سے میں نے ختم کر لیا ہے مجھے یہ خوشی اس لئے نہیں کہ جیسے ایک طالب علم کو امتحان دے کر ہوتی ہے کہ کچھ فرصت کا موقع ملے گا۔ اور چند دن آرام ہو سکے گا بلکہ خوشی اس لئے ہے کہ جتنا عرصہ میں اس کام میں لگا رہا ہوں۔ مجھے خیال آتا تھا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام بیچ میں ادھورا ہی رہ جائے۔ یوں تو اللہ کے ہاں آدمیوں کی کوئی کمی نہیں۔ وہ تو اس کا اپنا کام تھا۔ کسی نہ کسی طرح سرانجام پالیتا۔ اگر اس نے میرے جیسے تنکے کو اٹھا کر کھڑا کر دیا تو اور کسی سے وہ اپنا کام کیوں نہ لے سکتا۔ لیکن انسان کے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہوتی ہے کہ جس کام کو وہ شروع کرے اُسے اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں تکمیل تک بھی پہنچا دے۔‘‘

نگرانی مولوی صدرالدین

انگریزی ترجمۃ القرآن کی چھپائی اور طباعت انگلستان میں ہوئی اور اس کی مکمل نگرانی امیر دوئم نے کی اور نہایت تن دہی سے تکمیل تک پہنچایا۔ جماعت کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے کہ طباعت و اشاعت کا کام شروع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد علیؒ نے اپنے خطبہ جمعہ میں اس طرح فرمایا:

’’قربان جائیں اُس مولیٰ کے جس نے اپنے فضل سے سارے سامان پیدا کر دیئے۔ اُدھر انتظام طبع کے لئے ایک ایسا آدمی دے دیا جس کا پہلے سے ولایت میں پہنچ جانا گویا اس غرض کے لئے ہی تھا۔ بڑی ناشکری ہوگی اگر میں احباب کو یہ اطلاع نہ دوں کہ مولوی صدرالدین صاحب کے سپرد ووکنگ مشن کے کاروبار کا بوجھ بھی اس قدر تھا کہ ایک نہیں تین آدمیوں کا کام وہ اکیلے کر رہے تھے مگر جونہی اُن کو علم ہوا کہ ترجمہ کا کام اب چھپنے کے لئے تیار ہے، اپنی ساری ذمہ داریوں پر خود شرح صدر سے ایک اور ذمہ داری لے لی اور ایسی محنت سے کام کیا کہ میں تو حیران ہوں کہ یہ سارے کام کس طرح نبھاتے رہے۔‘‘

اخراجات

اشاعت و طباعت کے لئے رقوم کی فراہمی بھی حضرت مولانا کے لئے تشویش کا باعث تھی۔ چند نفوس پر مشتمل ایک جماعت اور ایک خطیر رقم کی ضرورت۔ آخر تین ہزار روپے کہاں سے آئیں گے؟ مگر اللہ تعالیٰ اپنے کام کہاں رکنے دیتا ہے۔ اپنے افضال کی بارش کر دی۔ اگرچہ تھوڑے تھے مگر دل میں درد تھا خود ہی رقم جمع کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔

مولانا محمد علیؒ نے جماعت کو ترجمۃ القرآن کی پہلی طباعت کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ سب ناموں کا ذکر کریں گے تو طوالت کا باعث ہوگا تاہم آپ نے اُن چند احباب کا ذکر کیا جنہوں نے خود اپنی طرف سے بھی عطیات دیئے اور اپنے طور پر دوسروں کو بھی ترغیب دلائی۔ ان میں شیخ رحمت اللہ، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور حکیم مولوی محمد یحییٰ صاحب کا خصوصی ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ حکیم یحییٰ صاحب کی بیوی نے اپنا ایک زیور بھی دیا۔ آپ نے ذکر فرمایا کہ سردار عبدالحمید صاحب نے اپنی قیمتی نئی فٹن، معمولی سی تحریک پر خدا کی راہ میں دے دی۔ لیکن جس شخص کا ذکر مولانا صاحب نے نہایت فخر سے کیا وہ دیگر اس کے ایک کفش دوز یعنی جوتے بنانے والے میاں حیات گل تھے جن کی اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی کل چار سو روپے تھے اور اغلباً حج کے لئے پس انداز کئے تھے، اُس میں سے آدھی رقم حضرت مولانا کے ہاتھ میں تھما دی۔ آپ نے اپنے اسی خطبہ میں حیات گل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ وہ پاک نمونے ہیں جن سے دل کو ایک ڈھارس ملتی ہے کہ اسلام کی خدمت کا جوش رکھنے والے پھٹے کپڑوں میں بھی بہت ہیں۔ یہ ہمارا بھائی کفش دوز اپنے تقویٰ سے عزت کا مرتبہ پا گیا۔۔۔حیات گل نے جو عزت پائی وہ ابدی ہے‘‘

غیر از جماعت لوگوں نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کو باعث برکت و ثواب جانا۔ ایک شخص جس کا نام مولانا نے مخفی رکھا۔ اس نے 12,000/ روپے عطیہ دیا جس میں سے 6,000/ ترجمۃ القرآن کے لئے تھا۔ اس کے علاوہ وزیراعظم خیر پور اور والئی خیر پور نے حضرت خواجہ کمال الدین کی تحریک پر ایک ہزار روپیہ عطا کیا۔ نواب صاحب ریاست امپ نے بھی ایک ہزار روپیہ کا عطیہ دیا۔ (نواب صاحب حکیم محمد یحییٰ صاحب کے معتقدین میں سے

تھے اور احمدیت سے متاثر تھے۔ اس ریاست کا بیشتر حصہ اب تربیلہ ڈیم میں زیرآب ہے)۔

طباعت کا کام 1917ء میں تکمیل کو پہنچا اور اس کی اشاعت انگلستان میں شروع ہوئی۔ نومبر 1917ء میں اس کی پہلی قسط ہندوستان پہنچی جو ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

ترجمہ کی مقبولیت

مولانا محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔ ہندوستان اور انگلستان کے اخبارات میں تعریفی کلمات کے ساتھ ریویو شروع ہوئے۔ ہر طرف سے مبارک باد کے پیغامات موصول ہوئے۔ علاوہ انگلستان اور دیگر عیسائی ممالک کے ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو جو اس وقت عیسائیت یا دہریت کی رو میں بھٹک رہے تھے۔ ہدایت پر لانے کا موجب ہوا اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی یہ بشارت کہ:

''ترجمہ مقبول ہوا'' بخوبی پوری ہوئی۔

ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ ان تمام اخبارات اور بے شمار خطوط کے مطالعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو جماعت کے جرائد میں موجود ہیں۔

مسیح موعود کے روحانی فیض اور مولانا نورالدین سے رہنمائی پا کر مولانا محمد علیؒ نے جو شاہکار تیار کیا اس سے اسلام کا روشن چہرہ اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ نظر آتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں 4 ایڈیشن اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور اس انگریزی ترجمہ سے ہسپانوی، جرمن، ڈچ، انڈونیشی، چینی، روسی اور ہندی میں تراجم ہو کر دنیا بھر میں پھیلائے جا چکے ہیں اور دیگر زبانوں میں تراجم کا کام جاری ہے۔

مزید برآں جماعت احمدیہ لاہور کی ویب سائیٹ پر موجود اس ترجمہ کو پڑھ کر صرف سال 1916ء میں 29 لوگوں نے اسلام قبول کیا اور 14 افراد نے بیعت فارم پر کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی ۔اس کے علاوہ ویب سائیٹ سے سال 1916ء کے اعداد وشمار کے مطابق ہر ماہ اوسطاً

اُردو ترجمہ کی 1200 جلدیں

انگریزی ترجمہ کی 150 جلدیں

بیان القرآن جلد اول و دوم 700 جلدیں

انڈونیشیا ترجمہ قرآن 2400 جلدیں ڈاؤن لوڈ ہوئیں۔

غرض یہ ترجمۃ القرآن آج بھی اپنا اثر دکھا رہا ہے اور روز بروز اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور مولانا محمد علیؒ کی زندگی کے آخری لمحات میں کہے ہوئے کلمات درست ثابت ہو رہے ہیں کہ:

''تمہارا کام قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہے آگے یہ اپنا کام خود کرے گا۔''

اور حضرت مجدد اعظم کے اس الہام کی تعبیر کہ:

''میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

اس ترجمہ قرآن کی بدولت ہو چکی ہے۔

قرآن پاک کی اور دین اسلام کی اس شاندار خدمت پر میں لاہور احمدیہ جماعت کو مبارک باد پیش کرتی ہوں اور حضرت مولانا کی خدمت میں خراج تحسین و سلام، محترم اعظم علوی صاحب کے کلام سے منتخب چند اشعار سے پیش کرتی ہوں:

ہاتھ پھیلائیں گے تربت پہ تیری آ کے علوم
فاتحہ پڑھنے کو اُتریں گے فرشتوں کے ہجوم
تیرے شہ پاروں سے ڈھونڈیں گے ضیا شمس و قمر
ہاتھ پھیلائے گا تربت پہ تیری نورِ سحر
باغِ دین میں تھا تیرے دم سے بہاروں کو دوام
دین کے قافلہ سالار تجھے میرا اسلام

☆☆☆☆

احمدیت کیا ہے؟

اطہر رسول

زمینِ قادیاں نازاں ہے اُس مہدی کی ہستی پر
کہ جس نے کی اجل طاری ہر اک مشرک کی بستی پر
ہدایت کے لئے بھیجا خدا نے اپنے پیارے کو
محبت زہد و تقویٰ اور نیکی کے سہارے کو

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ 1835ء میں قادیان میں پیدا ہوئے، خدا سے خبر پا کر آپ نے 1880ء میں چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور 1891ء میں مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ گو کہ حضرت صاحب نے الہام الٰہی کے تحت بیعت لینے کا سلسلہ 1888ء میں شروع کر دیا تھا لیکن جماعت کے باقاعدہ قیام کا اعلان 1901ء میں فرمایا:

میرا موضوع ''احمدیت کیا ہے'' دراصل ایک سوال ہے جو غیر احمدی حضرات کی طرف سے اکثر اُٹھایا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارا دین 'اسلام' ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ ہمیں اسلام کافی ہے، پھر ہمیں احمدیت کی کیا ضرورت ہے، وہ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آخر دیگر فرقہ ہائے اسلام اور احمدیت میں کیا فرق ہے اور یہ کہ احمدیت نے کون سی نئی بات پیش کی ہے جو کہ اس کی وجہ امتیاز ہے۔

اپنے اس مضمون میں مختصراً کچھ بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

(۱): احمدیت کا سب سے بڑا امتیاز دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں یہ ہے کہ حضرت محمد صلعم حقیقی معنوں میں خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ نیا۔ کیونکہ آخری نبی وہی کہلا سکتا ہے جو سب سے آخر آئے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کے الفاظ ''خاتم النبیین'' اور حدیث کے الفاظ ''لا نبی بعدی'' واضح ہیں اور کسی تشریح کے محتاج نہیں۔

(۲): احمدیت کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پائے جانے والے اس عقیدہ کو غلط قرار دیا کہ خدا نے اُنہیں مصلوب ہونے سے بچا کر زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ جہاں پر گذشتہ دو ہزار سال سے وہ زندہ موجود ہیں اور آخری زمانے میں اسلام کی مدد کے لئے اس دنیا میں دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ احمدیت نے اس غلط عقیدہ کی تردید میں قرآن مجید کی 30 آیات کو پیش کیا۔ 1891ء میں حضرت مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اعلان کیا کہ حضرت مسیح ناصری عیسیٰؑ ابن مریم جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے، وہ دوسرے تمام انبیاءؑ کی طرح وفات پا چکے ہیں اور جس مسیح موعود کے آنے کا امتِ محمدیہ کو وعدہ دیا گیا تھا وہ آپ ہی ہیں یعنی اُس کی خُو بُو اور نمونہ پر بھیجے گئے ہیں۔ بعد میں تحقیق کی بناء پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر واقعہ محلّہ خانیار، سرینگر کشمیر کی نشاندہی بھی فرما دی۔ یوں احمدیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر کے عیسائیت کی بنیادوں کو مسمار کر دیا اور اسلام کی عظمت ظاہر کی۔

(۳): احمدیت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سکھلاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت کبھی معطل نہیں ہوتی۔ اور جس طرح وہ سنتا، دیکھتا ہے، اسی طرح وہ اپنے نیک بندوں سے ہمیشہ سے کلام کرتا آیا ہے، کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمیشہ سے خدا تعالیٰ اپنے مقرب بندوں سے کلام کرتا رہا ہے اور اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانیؒ اپنے وجود کو اس کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔

(۴): احمدیت کا چوتھا امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے اسلام کو بطور ایک فطری مذہب پیش کیا اور دین میں جبر کرنا خلاف تعلیم قرآن ثابت کیا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کے تمام فرقے ایک ایسے مہدی کے آنے کے قائل تھے کہ جو تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو پھیلائے گا۔ ان کے اس غلط خیال کی وجہ سے دشمنان اسلام نے رسول کریم صلعم اور صحابہؓ کی ایسی بدنما تصویر دنیا کے سامنے پیش کر رکھی تھی کہ گویا وہ تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کیا کرتے تھے۔ احمدیت نے اس روک کے اٹھانے میں پورا زور صرف کیا اور قرآن و حدیث سے ثابت کر دکھایا کہ اسلام

شروع سے آج تک اپنی اشاعت کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں ٹھہرا۔

(۵): احمدیت کا پانچواں امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے کھول کر بتادیا کہ قرآن کریم کو حدیث اور فقہ پر مقدم کیا جائے اور اس کی ترویج پر پورا زور صرف کیا جائے کیونکہ جب تک مسلمان اس سرچشمہ ہدایت کی طرف رجوع نہیں کرتے، اُس وقت تک وہ کسی دینی و دنیاوی ترقی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن کریم نہ صرف اصول دین کو بیان کرتا ہے، ضروری مسائل پر روشنی ڈالتا ہے، اخلاق فاضلہ کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا کر کے انسان کے اندر قوتِ عمل پیدا کرتا ہے۔

(۶): احمدیت کی چھٹی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُس نے اسلام کو ایک عقلی اور علمی مذہب ثابت کیا اور بتادیا کہ دیگر کتب سماوی میں سے صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے عقل وفکر کے استعمال پر زور دیا ہے، چنانچہ احمدیت نے بڑے بڑے مشکل مسائل مثلاً ہستی باری تعالیٰ، توحید الٰہی، وحی الٰہی جزا و سزائے اعمال، بہشت و دوزخ وغیرہ تمام امور کا ایسا فلسفہ بیان کیا جو اعلیٰ درجہ کے دلائل عقلی و علمی پر مبنی ہے۔ اس کے ساتھ ہی احمدیت نے قرآن کریم کی تفسیر کو علمی رنگ دے دیا۔ احمدیت نے ثابت کر دکھایا کہ قرآن کریم خلافِ عقل و علم قصوں و کہانیوں سے پاک ہے اور اس میں کوئی ایسے امور نہیں جو سائنس اور عقل کے خلاف ہوں، بلکہ یہ کہ قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ایسے ایسے علمی امور کا انکشاف کیا جن کو علمی دنیا نے آج دریافت کیا ہے۔ گویا احمدیت نے سائنس کو خود اسلام کا خادم بنا کر دکھا دیا۔

(۷): احمدیت کا ساتواں امتیاز اسلام میں اصول کی مضبوطی کے ساتھ اس کے اندر ترقی کا سامان اس اجتہاد کے دروازے کا کھلا ہونا تھا۔ اجتہاد اصل میں کوشش کرنے اور پیش آمدہ حالات کے مطابق اپنی عقل کو کام میں لانے کا نام ہے۔ جب تک مسلمانوں نے اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھا وہ ترقی کرتے چلے گئے لیکن جونہی انہوں نے یہ دروازہ بند کیا، اُن کی ہر قسم کی ترقی رُک گئی۔ احمدیت نے اس غلطی کو دور کیا اور یہ واضح کیا کہ اجتہاد امت کا دروازہ جسے خود رسول کریم صلعم نے کھولا تھا اُسے کوئی دوسرا بند نہیں کر سکتا اور چونکہ آج دنیا میں اس قدر نئے نئے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ اُن کے لئے از سر نو اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے احمدیت نے از سر نو اجتہاد کے دروازے کو کھول کر اسلام اور مسلمانوں کے لئے ترقی کے راستے کھول دیئے۔

(۸): احمدیت کا آٹھواں امتیاز مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ باوجود مختلف خیالات رکھنے کے باہمی اتحاد قائم رکھیں اور اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ ہر شخص جو کلمہ توحید اور نبوت محمدیہؐ پر ایمان کا اظہار کرے، مسلمان تصور کیا جائے۔ سلسلہ احمدیہ نے اس بات پر خاص زور دیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں خواہ وہ اسلام کے کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔

(۹): احمدیت کا نواں امتیاز مسلمانوں میں سب سے بڑی غلطی یہ بھی پیدا ہوگئی تھی کہ وہ قرآن کی بعض آیات کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ احمدیت نے اس بات کو صاف کر دیا کہ قرآن میں کوئی آیت ناسخ ہے اور نہ منسوخ اور نہ ہی قرآن اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور یہ کہ قرآن کریم سارے کا سارا واجب العمل ہے۔ اس طرح احمدیت نے قرآن کی عظمت کو قائم کیا۔

(۱۰): دسواں امتیاز یہ ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام کے ذریعہ دنیا میں عظیم الشان روحانی انقلاب کی علمبردار ایک دینی اور روحانی جماعت ہے، جس کا مقصد ساری دنیا والوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانا، اسلام کی دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا اور بنی نوع انسان میں ایک پاکیزہ انقلاب برپا کرنا ہے، ان مقاصد کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ اپنے محدود وسائل کے ذریعہ حتی الامکان عوام الناس کی علمی، روحانی، سماجی اور جسمانی فلاح و بہبود کے لئے ہمہ تن تیار رہتی ہے۔

(۱۱): گیارھواں امتیاز دینی ضروریات کی خاطر اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایمان کی ایک نشانی ہے۔ جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے احمدیوں کو مالی قربانیوں کا ایسا حوصلہ عطا کیا ہے کہ پوری بشاشت کے ساتھ دل کھول کر نیکی کے میدانوں پر اُترتے ہیں اور مومنانہ مسابقت کے ایسے حیران کن نمونے پیش کرتے ہیں کہ دنیا پرست لوگ اُن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس میدان میں مرد اور عورتیں سبقت لے جانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ مساجد کی تعمیر ہو یا قرآن کریم کے تراجم اور لٹریچر کی اشاعت کا معاملہ ہو اگر مرد بخوشی اپنی جیبیں خالی کر دیتے ہیں تو عورتیں اپنے طلائی زیورات اس طرح نچھاور کرتی ہیں جیسے ان قیمتی زیورات کی کوڑی برابر حیثیت نہ ہو۔

(۱۲): بارھواں امتیاز قربانی کے میدان میں جان کی قربانی سب سے عظیم قربانی ہے۔ جماعت احمدیہ کو یہ بھی ایک امتیاز حاصل ہے کہ اس نے صحابہ کرامؓ کے اسوہ کو زندہ کر دکھایا۔ جان کی قربانی کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید جو کہ اپنی علمی فضیلت اور تقویٰ کی بنا پر سرزمین کابل کے پیشوا تھے، ہزار ہا لوگ آپ کے معتقد تھے، آپ ریاست کے بازو تھے اور علمائے کابل میں آفتاب کی طرح تھے لیکن آپ کو احمدیت قبول کرنے کی پاداش میں نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا، آپ نے جس غیر معمولی ایمانی استقامت اور شان سے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے آپ کی شہادت کی تفصیل تحریر فرماتے ہوئے فرمایا:

''اے عبد الطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا''

مختصراً یہ کہ احمدیت کوئی الگ مذہب نہیں بلکہ تبلیغ اسلام کی ایک زبردست تحریک ہے لیکن چونکہ تبلیغ اسلام اس بات کا تقاضہ کرتی تھی کہ اسلام کو صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس لئے احمدیت نے ایسی تمام باتوں کی اصلاح کردی جنہوں نے مرور زمانہ سے اسلام کی تعلیم میں داخل ہو کر اس کی اصل خوبصورت تصویر کو بدنما کر دیا تھا اور اس کی ترقی اور غلبہ میں رکاوٹ کا موجب ہوگئی تھی۔ اس لئے احمدیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اسلام کی پاک اور سادہ تصویر ہے اور عین اسلام ہے۔

غرض احمدیت کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان کے اندر ایمان اور محبت کی رو بہنے لگتی ہے اور اس کے اندر ایک ایسی زبردست قوت ایمانی پیدا ہو جاتی ہے کہ جو اُسے محض خدا کی رضا کے حصول کے لئے اعلائے کلمتہ اللہ کا کام کرنے کے قابل بنا دیتی ہے اور اس کا دل اس ایمان سے بھر جاتا ہے کہ اسلام یقیناً دنیا پر غالب آنے والا ہے۔

لیکن یہ ایمانی قوت اس شخص کے ساتھ روحانی تعلق قائم کرنے سے ہی پیدا ہوتی ہے جسے خدا نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا اور جس پر آپ نے فرمایا:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

تقریب یوم آزادی پاکستان

مرکزی انجمن کے زیر اہتمام مورخہ 14 اگست 2017ء بروز سوموار بوقت 8:00 بجے صبح جامع دارالسلام کے سامنے یوم آزادی کے حوالے سے ایک تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں احباب جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ چوہدری ریاض احمد صاحب نے پرچم کشائی کی۔

اس موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک پروگرام کا اہتمام بھی کیا جس میں شبان اور بنات الاحمدیہ نے یوم آزادی کے حوالے سے تقاریر کر کے تمام احباب کو پیغامات پہنچائے۔ بچوں نے قومی ترانہ اور ملی نغمے بھی پڑھ کر سنائے۔

چوہدری ریاض احمد صاحب نے اس موقع پر اپنے اختتامی کلمات میں تمام احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس ملک پاکستان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیں اور اس کی حفاظت اس طرح کریں جس طرح ہم اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی ترقی کے لئے اپنے صبح و شام اور ماہ و سال وقف کردیں اور اس کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کریں۔ پاکستان اس وقت جن مشکل حالات سے گذر رہا ہے اس کے لئے تمام احباب جماعت اپنی پنج وقتہ نمازوں میں ملک و قوم کو درپیش حالات سے نجات کے لئے دعائیں کریں۔

تقریب کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ جولائی 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

برلن مسجد میں ایک روزہ ورکشاپ

یکم جولائی: گزشتہ برس کی طرح اس سال بھی چرچ کی جانب برلن مسجد میں ڈمنشیا بیماری کے حوالے سے ایک دن کی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں 60 سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ ورکشاپ کے آغاز میں برلن مسجد اور احمدیت کا تعارف پریذنٹیشن کی صورت میں کرایا گیا۔ سوالات وجوابات ہوئے اور شرکاء کو مسجد کے بارے میں تعارفی اشتہار بھی دیا گیا۔ قرآن مجید کے 25 سے زائد جرمن زبان کے نسخے بھی تقسیم کیے گئے۔

ایونجلسٹ سینٹ ٹامس چرچ کے پروگرام میں شرکت

6 جولائی: مشہور خطاط جناب شاہد عالم کی قرآنی آیات کی خطاطی اور خوش نویسی کی نمائش کا اہتمام ایک چرچ میں کیا گیا جس میں خاکسار کو بھی مدعو کیا گیا۔ شرکاء نے اپنی مقدس کتب میں سے انتخاب کو پڑھا اور اس کا ترجمہ بھی پیش کیا۔ خاکسار نے قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور ان کا ترجمہ سنایا۔

جرمنی اور فرانس کے علماء کا امن کے لئے جلوس

9 جولائی: تمام مکتبہ فکر کے افراد نے امن کے لئے جلوس نکالا۔ کئی ممالک سے مسلمانوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ فرانس کے امام نے وفد میں موجود شرکاء سے خاکسار کا تعارف کرایا۔ یہاں سے تمام شرکاء نے بذریعہ بس ایک ہفتہ کے لئے فرانس جا کر امن جلوس نکالنا تھا اور دہشت گردی کی سرگرمیوں کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔ جس کے لئے خاکسار کو بھی مدعو کیا گیا چند ذاتی مصروفیات کی بنا پر خاکسار کو معذرت کرنا پڑی۔

سکول کے طلباء کا دورہ

11 جولائی: ہائی سکول کے طلباء نے مسجد کا دورہ کیا۔ حسب معمول 2 گھنٹہ طویل پریذنٹیشن اور افہام وتفہیم کا سلسلہ ہوا۔ سکول کی لائبریری کے لئے قرآن پاک کا جرمن زبان میں نسخہ پیش کیا گیا۔

سکول پروگرام میں شرکت

13 جولائی: لوخ نفحت گرنڈ شولے (سکول) کے طلباء اور اساتذہ نے خاکسار کو اپنے سکول میں مدعو کیا۔ طلباء نے جرمنی کی معروف شخصیات کے متعلق ایک پراجیکٹ تیار کیا تھا۔ طلباء نے ایک ایک اینٹ پر معروف شخصیت کے حالات لکھے اور پھر ان اینٹوں سے ایک دیوار بنائی۔

رومن کیتھولک اکیڈمی کے وفد کا برلن مسجد کا دورہ

15 جولائی: علی الصبح ڈاکٹر گارڈین یونکر اپنے مہمان کے ہمراہ تشریف لائیں اور جماعت احمدیہ لاہور سے متعلق سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ مسجد اور مشن ہاؤس میں موجود دستاویزات اور دیگر ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے متعلق گفتگو ہوئی۔ سہ پہر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ایک وفد مسجد تشریف لایا جس کا انتظام رومن کیتھولک چرچ کے گروپ لیڈر جناب ڈاکٹر ٹامس ورٹز نے کیا تھا۔ ڈاکٹر ٹامس نے مسجد کی لائبریری کے لئے قدیم ترین رومن کیتھولک چرچ کے متعلق ایک خوبصورت کتاب تحفتاً پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب برلین کی ایک معروف شخصیت ہیں جو بین المذاہب پروگراموں کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ خاکسار نے بھی جواباً ڈاکٹر صاحب کو قرآن مجید کا جرمن نسخہ پیش کیا۔ پرنسپل، اساتذہ اور طلباء نے امام صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

''اُردو افسانہ کی ایک شام'' میں شرکت

15 جولائی: اُردو بزم ادب تنظیم برلن کی جانب سے اُردو افسانہ پروگرام کا اہتمام کیا گیا اور خاکسار کو بھی اپنی تحریر پڑھنے کی استدعا کی گئی۔ خاکسار نے اپنا

لکھا ہوا افسانہ ''زندہ لاش'' پڑھا۔ جس کی بے حد پزیرائی ہوئی۔ اخبارات میں بھی اس پروگرام کی تفصیل شائع کی گئی۔

وائس ڈوش لینڈ میں نشر کردہ انٹرویو

24جولائی: ''ایک امام سے10 سوالات'' کے موضوع پر خاکسار کا لیا گیا انٹرویو مذکورہ بالا اخبار میں شائع ہوا۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر ایک اور میگزین نے بھی انٹرویو لیا جو کہ مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔www.vice.com/de/article/qvp9q5/10-fragen-an-einen-imam

-die-du-dich-niemals-trauen-wuerdest-zu-stellen

تھورنگن سے وفد کی آمد

24جولائی: برلین کے ایک دور دراز علاقہ سے ایک خاتون تشریف لائیں ان کے ساتھ ان کی پوتی بھی تھیں۔ دراصل وہ اپنی پوتی کو اسلام سے روشناس کرانا چاہتی تھیں۔ (ان کو خود تو مذہب سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن ان کی کوشش تھی کہ ان کی پوتی کو تمام مذاہب سے واقفیت ہو۔ خاکسار نے مہمانانِ گرامی کو قرآن پاک کے نسخہ کے علاوہ اسلام کے متعلق بنیادی معلومات بھی فراہم کیں۔ الحمدللہ

پولینڈ سے مہمان کی آمد

28جولائی: میجر محمد اقبال صاحب کے صاحبزادے محمد عبد اللہ جو کہ انٹرن شپ پروگرام کے تحت پولینڈ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے کچھ دن قیام کیا اور انتظامی امور میں خاطر خواہ مدد کی۔ یقیناً یہ اُن کے خاندان کی اعلیٰ تربیت ہے۔ عبداللہ صاحب کے دادا مرحوم ماسٹر اصغر علی صاحب ووکنگ مشن انگلستان میں بھی کئی سال کام کرتے رہے اور احمدیت کی خدمت کی۔ جزاک اللہ

بین المذاہب پروگرام

28جولائی: ''ہر صحیفے میں اچھائی اور برائی کا تصور'' کے موضوع پر HWPL جو ایک بین الاقوامی تنظیم ہے نے ایک بین المذاہب مباحثہ کا اہتمام کیا۔ اسلام، بدھ مت اور عیسائیت کے نمائندگان نے شرکت کی۔ خاکسار نے قرآن مجید کے حوالے سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر تفصیلی

مسائل عیدالاضحیٰ

۱۔ عیدالاضحیٰ کو قربانی کرنا سنت ہے۔ خدا کی راہ میں جس قدر اعلیٰ درجہ کی قربانی ہو وہ افضل ہے۔ ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوتی، بکرا یا بھیڑ، دنبہ وغیرہ عمدہ اور تندرست اور بے عیب ہو، خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بکرے کی عمر دو سال کی ہونی چاہیے، بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا بھی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت ۱۰ر ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے ۱۲ ذی الحجہ عصر کے وقت تک ہے ایک کنبہ کی طرف ایک بکرا یا بھیڑ کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیے۔

۴۔ ''قربانی کا خون اور گوشت نہیں بلکہ تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔'' قربانی دراصل خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو قربان کرنے کا اقرار ہے اور مقبولیت کا سر بھی یہی ہے۔

۵۔ عید کے دن نہانا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو وغیرہ لگانا۔ نماز عید پڑھنا، خطبہ سننا مسنون ہے۔ عیدالفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عیدالضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

۶۔ عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات زائد تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے۔

۷۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود اور اس کے اہل وعیال کھائیں۔ دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۸۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا۔ کھانا پینا، خوشی منانا منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس کر بیٹھ رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۹۔ ۹ر تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ر ذی الحجہ کی عصر نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیریں بلند کرنے کا حکم ہے۔

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

مرکز دارالسلام میں جشن آزادی کی تقریب کے مختلف مناظر